ماہنامہ
جلد:۲ شمارہ:۲۲
July 2013 / جولائی ۲۰۱۳ء

عَلَيْكُم بِمَا عَرَفْتُمْ مِنْ سُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ
[ابن ماجه: رقم 43 بسند صحيح]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزہ کی نیت

عن عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُول :إِنَّمَا الاعْمَالُ بِالنِّيَّات

صحابی رسول عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے (بخاری حدیث نمبر۱)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر عمل کے لئے نیت ضروری ہے بغیر نیت کے کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں ہے، روزہ بھی ایک عمل ہے لہٰذا اس کے لئے بھی نیت ضروری ہے، لہٰذا روزہ کی نیت سے متعلق چند مسائل سمجھ لینے چاہئیں۔

پہلا مسئلہ:(ہر روزہ کی علیحدہ نیت):

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پورے رمضان کے روزوں کے لئے ایک ہی نیت کافی ہے اور ہر روزہ کے لئے الگ الگ نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ بات درست نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ہر دن ہر روزہ کی الگ الگ نیت کرنی ضروری ہے، دلائل ملاحظہ ہوں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُول لَا يَصُومُ إِلَّا مَنْ أَجْمَعَ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْر

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روزہ صرف وہی رکھے جو فجر سے پہلے اس کی نیت کر لے (موطا مالک رقم ۶ واسنادہ صحیح)۔

اماں حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يُجْمِعْ قَبْلَ الْفَجْرِ

جو فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہ کرے اس کا روزہ نہیں (سنن النسائی رقم ۲۳۳۶ واسنادہ صحیح)۔

معلوم ہوا کہ ہر روزے کے لئے الگ سے نیت ضروری ہے۔

دوسرا مسئلہ:(نیت کا وقت):

ہر روزہ کی نیت کا جو وقت ہے وہ مغرب بعد سے لیکر فجر تک ہے، بہتر یہ ہے کہ ہر آدمی شام کو سونے سے پہلے اپنے روزے کی نیت کر لے، لیکن اگر شام کو نیت نہیں کر سکا تو صبح سحری کے وقت بہر حال نیت کر لینی چاہئے اور سحری کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جو شخص شام کی نیت کرنا بھول جاتا ہے اسے سحری کے وقت نیت کا موقع مل جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سحری کی برکت اور اس کے فوائد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَتَدَارُكُ نِيَّةِ الصَّوْمِ لِمَنْ أَغْفَلَهَا قَبْلَ أَنْ يَنَامَ

یعنی سحری کی برکت اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جو شخص سونے سے قبل نیت کرنا بھول جاتا ہے وہ سحری کے وقت روزہ کی نیت کر لیتا ہے (فتح الباری لابن حجر: ۴/۱۴۰ تحت الرقم ۱۹۲۳)۔

الغرض روزے کی نیت کا وقت یہ ہے کہ شام کو سونے سے پہلے نیت کر لی جائے لیکن اگر شام کو نیت نہ ہو سکے تو صبح سحری کے وقت فجر سے پہلے ہر حال میں نیت لازمی ہے۔

تیسرا مسئلہ :(نیت کا طریقہ):

نیت کا مطلب دل سے کسی کام کے کرنے کا عزم وارادہ کرنا ہے، یعنی یہ دل کا کام ہے، جیسا کہ ہم ہر کام کے لئے دل میں پہلے عزم وارادہ کرتے ہیں پھر ہمارے ذریعہ وہ کام عمل میں آتا ہے۔

عزم وارادہ، یہ کام "دل" سے ہوتا ہے، لہٰذا یہ کام زبان سے نہیں ہو سکتا، جس طرح سننا یہ کام "کان" کا ہے اب کوئی زبان سے نہیں سن سکتا، سونگھنا یہ کام "ناک" کا ہے اب کوئی زبان سے نہیں سن سکتا ہے، اسی طرح ارادہ نیت کرنا یہ کام بھی "دل" کا ہے زبان سے ارادہ ونیت بے معنی ہے۔

مزید یہ کہ زبان سے نیت کرنے سے متعلق کوئی موضوع اور من گھڑت روایت تک نہیں ملتی اور لوگ "نویت بصوم غد" یا اس جیسے جو الفاظ بطور نیت پڑھتے ہیں یہ لوگوں کی اپنی ایجاد ہے کسی صحیح تو در کنار ضعیف اور موضوع روایت میں بھی یہ الفاظ نہیں ملتے۔

دراصل زبان سے چند الفاظ ادا کرنے کا نیت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، غور کیجئے کہ جو شخص روزہ کا ارادہ نہ رکھے وہ بھی زبان سے یہ الفاظ ادا کر سکتا ہے گرچہ اس کے دل کا ارادہ کچھ اور ہی ہو، دریں صورت اس کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک لغو چیز اور بدعت ضلالت ہے۔

خلاصہ کلام:

یہ کہ روزہ داروں کو چاہئے کہ ہر روزہ کی الگ الگ نیت کریں۔

نیت ہر رات شام ہی کو کر لیں اگر بھول جائیں تو فجر سے قبل لازما نیت کر لیں۔

نیت کا مطلب دل میں روزہ رکھنے کا عزم وارادہ کرنا ہے۔ اسی طرح جس طرح ہر کام کے لئے ہم دل سے عزم وارادہ کرتے ہیں۔

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

ماہنامہ اہل السنۃ ممبئی

سالانہ -/200
فی شمارہ -/20
جولائی ۲۰۱۳ء
جلد:۲
شمارہ:۲۲

Owner / Printer / Publisher
Saad Khalid Patel

Printed at
Bhandup Offset & Designers,
1009 Bhandup Indl.. Estate,
Pannalal Compound, L.B.S. Marg,
Bhandup (W), Mumbai - 400078.

Published at
106 Fateh Manzil, 4th Floor,
Victoria Road,Sant Savta Marg,
Mustafa Bazar,
Mumbai - 400010

بیس (۲۰) رکعات تراویح سے متعلق تمام روایات کا جائزہ

قیام رمضان (تراویح) میں آٹھ (۸) رکعات پڑھنا ہی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی قیام رمضان (تراویح) صرف آٹھ رکعات ہی ثابت ہے۔ بیس (۲۰) رکعات پڑھنا نہ تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی ایک بھی صحابی سے۔

اس بابت مرفوع (رسول اکرم ﷺ کی طرف منسوب) یا موقوف (صحابی رسول ﷺ کی طرف منسوب) جو روایات بھی پیش کی جاتی ہیں سب کی سب ضعیف و مردود ہیں۔ اس سلسلے کی کوئی ایک روایت بھی صحیح سند سے ثابت نہیں۔

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:

Islamic Information Center
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070.
Email: ahlussunnaa@gmail.com ● **Website**: ahlussunnah.in
Ph. 32198847 / 26 500 400 / 64269999

Islamic Information Center Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

رمضان: عبادتوں کا موسم، رحمتوں کی بہار

سرفراز فیضی

یہ مجلّہ جس وقت آپ کے ہاتھوں میں گا پہنچے امید ہے کہ رحمتوں کا موسم بہار سایہ فگن ہو چکا ہوگا۔ رمضان کے خوشگوار لمحات اپنی برکتیں لٹا رہے ہوں گے۔ یہ دور دینی زوال اور پسماندگی کا دور ہے۔ ایسے تاریک دور میں بھی رمضان کے مہینہ میں نیکیوں کی طرف جتنی رغبت مسلمانوں میں دکھائی دیتی ہے وہ جیسی بھی ہو بہت غنیمت محسوس ہوتی ہے۔ مادّیت پرستی اور بددینی کے پورے سال توڑ پھوڑ کے بعد رمضان ایک طرح سے ریپیرنگ کا مہینہ ہے جو اس توڑ پھوڑ کی رفتار کو ہر سال کچھ نہ کچھ کم ہی کر دیتا ہے۔ رمضان نہیں ہوتا تو کیا ہوتا اس تصور کے بعد رمضان کے ہونے کی نعمت کا احساس اور شدید ہو جاتا ہے۔

رمضان تقویٰ کا ایک ماہی کورس ہے۔ یہ مہینہ نفس کے تزکیہ اور کردار کی تربیت کا مہینہ ہے۔ روزہ ایک عبادت ہے۔ اس کو رسم نہیں بننا چاہیے۔ ہر روزہ دار کو احتساب کرنا چاہیے کہ رمضان اس کے لیے جو لے کر آیا تھا اس نے کتنا حاصل کیا۔ اگر کچھ حاصل نہیں کر سکا تو اس کو فکر کرنی چاہیے کہ اس نے رسم ادا کی ہے یا عبادت۔

رب کا اپنے بندے سے تعلق ربوبیت کا ہے اور بندے کا اپنے رب سے تعلق ایمان کا۔ رب کی ربوبیت کا فیضان کبھی منقطع نہیں ہوتا لیکن بندے کا ایمان ٹوٹتا سنورتا اور بنتا بگڑتا رہتا ہے۔ کفر اس تعلق کو توڑ دیتا ہے اور معاصی اس کو کمزور کرتے ہیں۔ استغفار سے اس تعلق کی تجدید ہوتی ہے اور عبادت اس کو مضبوطی ملتی ہے۔ رمضان استغفار اور عبادت کا مہینہ ہے۔ رب سے اپنے تعلقات کی تجدید اور تثبیت کا موسم۔ إن الإيمان ليخلق في جوف أحدكم كما يخلق الثوب فاسألوا الله تعالى :أن يجدد الإيمان في قلوبكم

ایمان تمہارے دلوں میں ویسے ہی پرانا ہو جاتا ہے جیسے کپڑے پرانے ہو جایا کرتا ہے۔ تو اللہ سے اپنے ایمان کی تجدید کیلیے دعا کرو۔(مستدرک حاکم، طبرانی، شیخ الالبانی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ السلسلة الصحيحة:۱۵۸۵)

رمضان تقویٰ کا موسم ہے۔ تقویٰ کیا ہے؟ دل کی ایک کیفیت۔ جو اللہ کی حد درجہ خشیت اور حد درجہ محبت کی پیداوار ہوتی ہے۔ یہ کیفیت انسان کے کردار کو سنوارتی ہے۔ اس کو گناہوں سے بچاتی ہے۔ نیکیوں کی طرف رغبت دلاتی ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ بندے نہ اللہ کو دیکھا ہے۔ نہ اس کی آواز سنی ہے۔ پھر بھی اس سے ڈرتا ہے۔ اس سے محبت کرتا ہے۔ اس کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کی نافرمانی سے بچتا ہے۔ ذَلِكَ الْكِتَابُ لا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ ، الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ یہ کتاب متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔ متقی وہ ہیں جو اپنے رب پر غائبانہ ایمان رکھتے ہیں۔(البقرۃ:۲،۳)

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى وَهَارُونَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْرًا لِلْمُتَّقِينَ ☆ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ﴾ پہلے ہم موسیٰ اور ہارون کو فرقان اور روشنی اور ذکر عطا کر چکے ہیں ان متقی لوگوں کی بھلائی کے لیے جو اللہ سے غائبانہ ڈرتے ہیں۔(الأنبياء:۴۸۔۵۰)

ایمان بالغیب اور خشیت بالغیب متقین کی سب سے پہلی صفت ہے اور روزہ ایمان بالغیب کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ ایمان بالغیب ہی وہ چیز ہے جو ایک روزہ دار بندہ کو پورا دن بھوک پیاس مٹانے سے روکتی ہے۔ اور اللہ کے لیے برداشت کی جانے والی یہی بھوک اور پیاس اللہ کی سب سے محبوب عبادت ہے۔ جس کا اجر اللہ رب العزت خصوصی طور پر اپنے پاس سے عطا کرے۔ عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال يقول الله عز وجل الصوم لي وأنا أجزي به يدع شهوته وأكله وشربه من أجلي والصوم جنة وللصائم فرحتان فرحة حين يفطر وفرحة حين يلقى ربه ولخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اسکا بدلہ دوں گا، میری وجہ سے وہ اپنی خواہش کو اور کھانے اور پینے کو چھوڑتا ہے، اور روزہ ڈھال ہے اور روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی جس وقت روزہ افطار کرتا ہے اور ایک خوشی جس وقت اپنے رب سے ملاقات کرے گا، اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے۔(صحیح البخاری، كِتَابُ التَّوْحِيدِ ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى :(يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلاَمَ اللَّهِ)(الفتح :۱۵)

رمضان دعاوں کی قبولیت کا مہینہ ہے۔ جس میں ہر دن کئیوں کی جنت کے لیے رسیدیں کٹتی ہے۔ بہتوں کو جہنم سے آزادی کا پروانہ دیا جاتا ہے۔ بدقسمت ہے وہ شخص جو رحمتوں کی اس برکھا میں بھی پیاسا رہ جائے۔ اللہ ہم سب کو اپنی رحمتوں سے فیضیاب کرے۔ اپنی رمضان کی دعائیں میں ہمیں بھی یاد رکھیں۔

قصہ اصحاب کھف : ایک مطالعہ (2)

سرفراز فیضی

وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ

کفر کی تاریکی میں اللہ رب العزت نے اصحاب کہف کے دلوں کو ایمان کے نور سے منور ہونے کے لیے چن لیا۔ سرزمین کفر پر اپنی توحید کا نمائندہ بنایا۔ اور قیامت تک آنے والے اہل توحید کے لیے ان کی زندگی کو اسوہ بنادیا۔

ایمان بندے کی سب سے قیمتی سرمایہ ہوتا۔ صبر اور استقامت بندے کے اس سرمایہ کی حفاظت کرتے ہیں، کفر اور نفاق کے حملوں سے اس کی بچاؤ کرتے ہیں۔ اللہ نے اصحاب کہف کو ایمان کی دولت کے بعد استقامت اور صبر کی نعمت سے سرفراز فرمایا تاکہ وہ کفر اور شرک کی تیز وتند آندھیوں میں اپنے نور ایمان کی حفاظت کرسکیں۔

دعوت کا راستہ اصحاب عزیمت کا راستہ ہے۔ آدمی کے پاس اگر صبر اور استقامت کا توشہ نہ ہو تو اس راستہ پر دو قدم نہیں چل سکتا۔ اللہ نے اصحاب کہف کے دلوں کو مظبوطی اور قدموں کو ثبات بخشا۔ تاکہ دعوت کے راہ میں آنے والے مصائب کا سامنا کرسکیں اور ان آزمائشوں میں کامیاب ہوسکیں جن کے ذریعہ اللہ رب العزت کھروں کو کھوٹوں سے اور سچوں کو جھوٹوں سے الگ کرتا ہے۔

اللہ نے ان کے حوصلوں کو بلند کیا۔ ان کے ایمان کو حوصلے اور جرات کی وہ طاقت بخشی کی موحدین کی یہ چھوٹی سی جماعت اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر مشرک بادشاہ اور مشرک قوم کے خلاف کھڑی ہوگئی۔

(إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَن نَّدْعُوَا مِن دُونِهِ إِلَٰهًا لَّقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا)

جب اصحاب کہف اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان وزمین کا پروردگار ہے، ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو پکاریں اگر ایسا کیا تو ہم نے نہایت ہی غلط بات کہیں۔

اللہ نے اصحاب کہف کے دلوں کو صبر اور ایمان کی قوت سے بھر دیا۔ اور دل ہی اصل استقامت اور صبر کی جگہ ہے۔ دل اگر استقامت اور صبر کے ہتھیار سے لیس ہو تو بندہ بے خوف وخطر باطل کے سامنے ڈٹ جانے اور اس کے راستہ میں کھڑے ہوجانے کی طاقت رکھتا۔ دل اگر مظبوط ہے تو بندہ دین کے راستہ میں بڑی سے بڑی تکلیفوں سے گذر جانے اور مشکل سے مشکل مراحل طے کرلینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ دل کی طاقت ہی جسم کو طاقتور بناتی ہے۔ اس کو دین کے لیے قربانیاں دینے اور مصائب جھیلنے کا حوصلہ دیتی ہے۔

دل کا ربط بندکے دل میں ایمان کی لذت پیدا کرتا ہے۔ اس کے یقین میں اضافہ کرتا ہے۔ اس کے دل کو شک، تردد اور اضطراب کے فتنوں سے پاک کرتا ہے۔

صبر اور استقامت اللہ کا انعام ہے جو بندے کو اس کے ایمان کے بدلہ میں عطا کیا جاتا ہے۔ یہ انعام انسان کو اس کے ایمان اور خلوص کے بقدر ہی عطا کیا جاتا ہے۔

وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ

اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ نے انہیں ہدایت میں اور بڑھا دیا ہے اور انہیں ان کی پرہیزگاری عطا فرمائی ہے

(مُحَمَّد:۱۷)

دعوت اور صبر استقامت

صبر اور استقامت کے بغیر آدمی ایک طرح سے کفر کی سرحد پر کھڑا ہوتا ہے۔ آزمائشوں کا ایک ہلکا سا جھوکا اس کو کفر کی تاریک وادیوں میں گرا دینے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ صبر اور استقامت بندے کے ایمان میں وزن پیدا کرتے ہیں۔ ان کے بغیر آدمی کا حال بن پیندے کے لوٹے جیسا ہوتا ہے۔ جس طرف مفادات کا وزن زیادہ ہوتا ہے وہ اسی جانب لڑھک جاتا ہے۔

دعوت کا میدان خاص طور پر صبر اور استقامت کا میدان ہے۔ بغیر ان کے داعی دعوت کے راستہ پر دو قدم آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہی وجہ کہ اللہ رب العزت نے سورۃ العصر میں نجات کے لیے حق کی تلقین کے ساتھ صبر کی تلقین کو بھی لازمی قرار دیا ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ اس زمین پر اللہ کی طرف سے خصوصی داعی کی حیثیت سے بھیجے گئے تھے۔ (و داعیا الی اللہ باذنہ) ۔اس لیے قرآن مجید میں بار بار اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر اور استقامت کی تلقین فرمائی گئی۔ جس سے دعوت کیلیے صبر اور استقامت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

(۱) فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ

پس آپ جمے رہیئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں، (ہود:۱۱۲)

(۲) فَلِذَلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ

پس آپ لوگوں کو اسی طرف بلاتے رہیں اور جو کچھ آپ سے کہا گیا ہے اس پر مضبوطی سے جم جائیں اور ان کی خواہشوں پر نہ چلیں (الشوری:۱۵)

(۳) تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ

یہ خبریں غیب کی خبروں میں سے ہیں جن کی وحی ہم آپ کی طرف کرتے ہیں انہیں اس سے پہلے آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم، اس لئے آپ صبر کرتے رہیئے (یقین مانیئے) کہ انجام کار پرہیز گاروں کے لئے ہی ہے (ہود:۴۹)

(۴) وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ

آپ صبر کرتے رہیئے یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا (ہود:۱۱۵)

(۵) وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ

آپ صبر کریں بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے (النحل:۱۲۷)

(۶) فَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضَى

پس ان کی باتوں پر صبر کر اور اپنے پروردگار کی تسبیح اور تعریف بیان کرتا رہ، سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے، رات کے مختلف وقتوں میں بھی اور دن کے حصوں میں بھی تسبیح کرتا رہ، بہت ممکن ہے کہ تو راضی ہو جائے (طہ:۱۳۰)

(۷) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ

پس آپ صبر کریں یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ آپ کو وہ لوگ ہلکا (بے صبرا) نہ کریں جو یقین نہیں رکھتے۔ (الروم:۶۰)

(۸) اصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ

آپ ان کی باتوں پر صبر کریں اور ہمارے بندے داؤد (علیہ السلام) کو یاد کریں جو بڑی قوت وا ؟ تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا (ص:۱۷)

(۹) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ

پس اے نبی ! تو صبر کر اللہ کا وعدہ بلاشک (وشبہ) سچا ہی ہے تو اپنے گناہ کی معافی مانگتا رہ اور صبح شام اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتا رہ (غافر:۵۵)

(۱۰) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ

پس آپ صبر کریں اللہ کا وعدہ قطعاً سچا ہے، انہیں ہم نے جو وعدے دے رکھے ہیں ان میں سے کچھ ہم آپ کو دکھائیں یا (اس سے پہلے) ہم آپ کو وفات دے دیں، ان کا لوٹایا جانا تو ہماری ہی طرف ہے (غافر:۷۷)

(۱۱) فَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ

پس یہ جو کچھ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کریں اور اپنے رب کی تسبیح تعریف کے ساتھ بیان کریں سورج نکلنے سے پہلے بھی اور سورج غروب ہونے سے پہلے بھی (ق:۳۹)

(۱۲) وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا

تو اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لے، بیشک تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ (الطّور:۴۸)

(۱۳) فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَى وَهُوَ مَكْظُومٌ...

پس تو اپنے رب کے حکم کا صبر کر اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جا جب کہ اس نے غم کی حالت میں دعا کی۔۔۔(القلم:۴۸)

(۱۴) فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا

پس تو اچھی طرح صبر کر (المعارج:۵)

(۱۵) وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا

اور جو کچھ وہ کہیں تو سہتا رہ اور وضعداری کے ساتھ ان سے الگ تھلگ رہ (المزمل:۱۰)

(۱۶) وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ

اور اپنے رب کی راہ میں صبر کر (المدثر:۷)

(۱۷) فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا

پس تو اپنے رب کے حکم پر قائم رہ اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کا کہنا مان (الإنسان:۲۴)

قرآن کی ان ساری آیتوں میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر اور استقامت کی تلقین کی گئی ہے۔اس سے دعوت کے راستہ میں صبر و استقامت کی اہمیت بآسانی سمجھی جاسکتی ہے۔(جاری)

ملاّ کی عظمت

ایک زمانے میں ملاّ اور مولوی کے القاب علم وفضل کی علامت ہوا کرتے تھے لیکن سرکار انگلشیہ کی عملداری میں جیسے جیسے ہماری تعلیم اور ثقافت پر مغربی اقدار کا رنگ وروغن چڑھتا گیا، اسی رفتار سے ملاّ اور مولوی کا تقدس بھی پامال ہوتا گیا۔ رفتہ رفتہ نوبت بایں جارسید کہ یہ دونوں تعظیمی اور تکریمی الفاظ تضحیک وتحقیر کی ترکش کے تیر بن گئے۔داڑھیوں والے ٹھوٹھ اور ناخواندہ لوگوں کو مذاق ہی مذاق میں ملاّ کا لقب ملنے لگا۔ کالجوں، یونیورسٹیوں اور دفتروں میں کوٹ پتلون پہنے بغیر دینی رجحان رکھنے والوں کو طنز وتشنیع کے طور پر مولوی کہا جاتا تھا۔ مسجدوں کے پیش اماموں پر جمعراتی، شبراتی، عیدی، بقرعیدی اور فاتحہ درود پڑھ کر روٹیاں توڑنے والے قل اعوذئے ملاّؤں کی پھبتیاں کسی جانے لگیں۔ لُو سے جھلسی ہوئی گرم دوپہر میں خس کی ٹٹیاں لگا کر پنکھوں کے نیچے بیٹھنے والے یہ بھول گئے کہ محلے کی مسجد میں ظہر کی اذان ہر روز عین وقت پر اپنے آپ کس طرح ہوتی رہتی ہے؟ کڑکڑاتے ہوئے جاڑوں میں نرم وگرم لحافوں میں لپٹے ہوئے اجسام کو اس بات پر کبھی حیرت نہ ہوئی کہ اتنی صبح منہ اندھیرے اٹھ کر فجر کی اذان اس قدر پابندی سے کون دے جاتا ہے؟

دن ہو یا رات، آندھی ہو یا طوفان، امن ہو یا فساد، دور ہو یا نزدیک، ہر زمانے میں شہر شہر، گلی گلی، قریہ قریہ، چھوٹی بڑی، کچی پکی مسجدیں اسی ایک ملاّ کے دم سے آباد تھیں جو خیرات کے ٹکڑوں پر مدرسوں میں پڑا تھا اور دربدر کی ٹھوکریں کھا کر گھر بار سے دور کہیں اللہ کے کسی گھر میں سر چھپا کر بیٹھ رہا تھا۔ اس کی پشت پر نہ کوئی تنظیم تھی، نہ کوئی فنڈ تھا، نہ کوئی تحریک تھی۔ اپنوں کی بے اعتنائی، بیگانوں کی مخاصمت، ماحول کی بے حسی اور معاشرے کی کج ادائی کے باوجود اس نے نہ اپنی وضع قطع کو بدلا اور نہ اپنے لباس کی مخصوص وردی کو چھوڑا۔ اپنی استعداد اور دوسروں کی توفیق کے مطابق اس نے کہیں دین کی شمع، کہیں دین کا شعلہ، کہیں دین کی چنگاری روشن رکھی۔ برہام پور گنجم کے گاؤں کی طرح جہاں دین کی چنگاری بھی گل ہو چکی تھی، ملاّ نے اس کی راکھ ہی کو سمیٹ سمیٹ کر بادِمخالف کے جھونکوں میں اڑ جانے سے محفوظ رکھا۔

یہ ملاّ ہی کا فیض تھا کہ کہیں کام کے مسلمان، کہیں نام کے مسلمان، کہیں محض نصف نام کے مسلمان ثابت وسالم و برقرار رہے اور جب سیاسی میدان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان آبادی کے اعداد وشمار کی جنگ ہوئی تو ان سب کا اندراج مردم شماری کے صحیح کالم میں موجود تھا۔ برصغیر کے مسلمان عموماً اور پاکستان کے مسلمان خصوصاً ملاّ کے اس احسان عظیم سے کسی طرح سبکدوش نہیں ہوسکتے جس نے کسی نہ کسی طرح کسی نہ کسی حد تک ان کے تشخص کی بنیاد کو ہر دور اور ہر زمانے میں قائم رکھا۔ (شہاب نامہ سے اقتباس)

رمضان کی تیاری کیسے کریں ؟

اسرار احمد سلفی

رمضان المبارک ایک مقدس ترین مہینہ ہے، جسمیں قرآن کا نزول ہوا جو کہ لوگوں کے ہدایت کا ذریعہ ہے، جو حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے والی کتاب ہے، اس مقدس مہینہ کو جو پائے اس کو اس مہینہ میں روزہ رکھنا چاہئے اور جو مریض اور مسافر ہوں وہ اس کی قضاء دوسرے مہینوں میں کریں۔

ارشاد باری تعالی ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا، لوگوں کے لئے ہدایت اور واضح دلیل ہے جو حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی ہے، تو تم میں سے جو رمضان کا مہینہ پائے اس کو چاہیئے کہ وہ اس کا روزہ رکھے اور تم میں سے جو مریض یا سفر میں ہو تو وہ گنتی کے چند دنوں میں پورا کرے۔ (البقرۃ: ۱۸۵)

لہذا اس کے لئے اس مہینہ کے آنے سے پہلے ہی تیاری کرنا چاہئے، اور اس کی تیاری کے لئے کچھ طریقے اور امور درج ذیل ہیں۔

۱۔ توبہ و استغفار:

انسان کو ہر وقت توبہ و استغفار کرتے رہنا چاہئے لیکن خصوصا رمضان کے مہینہ میں زیادہ سے زیادہ توبہ و استغفار کرنا چاہئے۔ ان گناہوں سے بھی سے جو اس کے اور اسکے رب کے درمیان ہے اور ان گناہوں سے بھی جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ رب العالمین غفور الرحیم ہے توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میں سو سے زیادہ توبہ کیا کرتے تھے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

"اے مومنو اللہ سے توبہ کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاو" (النور: ۳۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ، فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ "اے لوگو اللہ کی طرف توبہ کرو، میں دن میں سو بار توبہ کرتا ہو (صحیح مسلم ۲۷۰۲)

۲۔ دعا کرنا چاہئے۔

انسان کو یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالی اس کو جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے طاقت وقوت عطا کرے اور زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے والا بنائے۔ اور اس کی عبادتوں کو قبول فرمائے۔ اسلاف کے متعلق آتا ہے کہ رمضان کے آنے سے چھ مہینہ پہلے سے ہی اس کے پانے کیلئے دعا کرتے اور جب اس کو پا جاتے تو اس کے ختم ہونے کے چھ ماہ تک اس کے قبولیت کے لئے دعا کرتے تھے۔

۳۔ رمضان کی آمد پر خوشی کا اظہار ہونا چاہے۔

رمضان المبارک کے مہینے تک صحیح سلامت پہونچ جانا یہ اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ کیونکہ یہ برکتوں والا مہینہ ہے اس کو کو پا کر اس کو خوش ہونا چاہئے کیونکہ ایک بار پھر اللہ نے اسکو عبادت اور توبہ و استغفار کے لئے موقعہ دیا ہے۔

۴۔ علم حاصل کرنا:

علم حاصل کیا جائے تا کہ روزے کے جو احکام و مسائل ہیں ان کو جان سکے۔ تا کہ اس کے روزے میں کوئی کمی نہ ہو۔

۵۔ کاموں کی تکمیل:

کچھ کام ایسے بھی ہوتے ہیں جو انسان کے روزہ کے لئے رکاوٹ کا سبب بنتے ہیں ان کاموں کو بھی روزہ آنے سے پہلے پورا کر لینا چاہئے جو اس کے روزہ کو دخل دینے والے ہیں۔

۶۔گھر والوں کو ترغیب دلانا

گھر میں اہل وعیال اور بچوں کے ساتھ بیٹھ کر روزے کے مسائل اوراس کے حکمتوں کے بارے میں گفتگو کرنا چاہئے۔اور چھوٹے بچوں کو روزے کی ترغیب دلانا چاہئے۔تاکہ وہ بھی بڑے ہوکر روزے کی آسانی سے پابندی کرسکیں۔

۷۔شعبان کا روزہ رکھنا:

رمضان المبارک کی تیاری کے لئے پندرہ شعبان سے پہلے روزے رکھنا چاہئے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ :لاَ يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ :لاَ يَصُومُ، فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ": رسول صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنے لگتے حتی کہ ہم کہتے آپ روزہ نہیں چھوڑیں گے،اور جب آپ روزہ نہیں رکھتے حتی کہ ہم کہتے کہ آپ روزہ نہیں رکھیں گے ،میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے کا مکمل روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا،اور میں نے شعبان کے علاوہ کسی اور ماہ میں زیادہ روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔(صحیح البخاری:۱۱۴۱)

عن أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ :قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَمْ أَرَكَ تَصُومُ شَهْرًا مِنَ الشُّهُورِ مَا تَصُومُ مِنْ شَعْبَانَ، قَالَ :ذَلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ سے عرض کیا" :اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھتا ہوں کہ آپ جتنے روزے شعبان کے مہینے میں رکھتے ہیں اور کسی مہینے میں نہیں رکھتے ہیں ؟تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رجب اور رمضان کے درمیان یہ وہ مہینہ ہے جس میں لوگ غافل رہتے ہیں اور یہ وہ ماہ ہے جس میں بندوں کے اعمال اللہ رب العالمین کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور مجھے یہ بات پسند ہے کہ میرے اعمال اس حال میں اٹھائے جائیں کہ میں روزے سے ہوں ۔(سنن نسائی ۲۳۵۷ علامہ البانی نے اپنے صحیح سنن نسائی میں اسے حسن کہا ہے)۔

اس حدیث میں ماہ شعبان میں روزے رکھنے کی حکمت بیان ہوئی ہے کہ : یہ ایسا مہینہ ہے جس میں اعمال اوپر اٹھائے جاتے ہیں ۔

اور بعض علماء نے ایک دوسری حکمت بھی بیان کیا ہے کہ :ان روزوں کا مقام فرض نماز سے پہلی سنتوں والا ہے، کہ وہ نفس کو فرض کی ادائیگی کے لیے تیار کرتی ہیں،اوراسی طرح رمضان سے قبل شعبان کے روزے بھی۔

۸۔قرآن کی تلاوت:

رمضان المبارک کے مہینہ میں قرآن کی تلاوت کی عادت ڈالنے کے لئے رمضان کے آنے سے پہلے قرآن کی تلاوت کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے ویسے تو قرآن کی تلاوت یومیہ کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے ۔اسلاف کا طریقہ یہ تھا کہ وہ رمضان کا مہینہ آنے سے پہلے ہی اپنے آپ کو اس کے لئے تیار رکھتے تھے۔

سلمہ بن کہیل کہتے ہیں: شعبان کو قرآت کے مہینہ کا نام دیا جاتا تھا۔اور جب شعبان کا مہینہ شروع ہوتا تو عمرو بن قیس اپنی دوکان بند کر دیتے،اور قرآن کی تلاوت کے لئے فارغ ہوجاتے۔

تو اگر آپ رمضان کا روزہ رکھنا چاہتے ہیں تو اپنے سلف کے طرز عمل کو اختیار کیجئے کہ وہ کس طرح رمضان کے آنے سے پہلے شعبان کے مہینے سے ہی اس کی تیاری کیا کرتے تھے۔

۹۔فرض روزوں سے بری ہونا:

اگر کسی کے ذمہ پچھلے رمضان کے روزوں کے قضاء باقی ہوتو دوسرا رمضان آنے سے پہلے اس کو پورا کرلینا چاہئے۔

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ :سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، تَقُولُ :كَانَ يَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ، قَالَ يَحْيَى:الشُّغْلُ مِنَ النَّبِيِّ أَوْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ بیان کررہی تھیں" :میرے ذمہ رمضان المبارک کے روزوں کی قضاء ہوتی تھی ،اور میں شعبان کے علاوہ قضاء نہیں کرسکتی تھی "(صحیح البخاری:۱۸۴۹)۔

"عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا رمضان میں روزے رکھنے کی حرص رکھنے سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ رمضان کی قضاء کے روزوں میں دوسرا رمضان شروع ہونے تک تاخیر کرنا جائز نہیں "(فتح الباری:۱۸۴۹)

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے آمین۔

نماز میں ٹوپی کا مسئلہ

(۳، آخری قسط)

شیخ رضاء اللہ عبدالکریم مدنی حفظہ اللہ

پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کا ٹوپی اوڑھنا:

اس عنوان کے تحت مفتی عفان صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ اتنا ہی ہے کہ آپ ﷺ کبھی عمامہ باندھتے کبھی ٹوپی پہنتے، لیکن عمامہ کے نیچے ٹوپی ضرور ہوتی تھی۔ اور اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ آپ عمامہ یا ٹوپی لگا کر اکثر نماز پڑھا کرتے تھے۔

ان تمام نصوص سے مسئلہ مابہ النزاع پر کچھ روشنی نہیں پڑتی کیونکہ ہم ٹوپی یا عمامہ کے مخالف نہیں ہیں، ہمارا انکار اس بات سے ہے کہ اگر کوئی شخص ننگے سر نماز پڑھتا ہے تو نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اور ان نصوص میں اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔

مفتی عفان صاحب نے جو عبارتیں نقل فرمائی ہیں ان میں علامہ غزالی کی مشہور کتاب احیاء علوم الدین سے یہ عبارت نقل کی ہے جس کا ترجمہ وہ بھی مفتی مذکور کا کیا ہوا نقل کرتے ہیں۔

امام غزالی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

كَانَ يَلْبَسُ الْقَلَانِسَ تَحْتَ الْعَمَائِمِ وَ بِغَيْرِ عَمَامَةٍ وَ رُبَمَا نَزَعَ قَلَنْسُوَةً مِنْ رَأْسِهِ فَجَعَلَهَا سُتْرَةً بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ اِلَيْهَا.

(احیاء العلوم باب آداب اللباس)

نبی کریم علیہ السلام عمامہ کے نیچے ٹوپی اوڑھتے تھے، اور بغیر عمامہ کے بھی ٹوپی پہنتے تھے، اور کبھی اپنے سر سے ٹوپی اُتار کر اسے سترہ بنا لیتے اور اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے۔

اور ظاہر ہے جب سر سے ٹوپی اتار دینگے اور نماز پڑھیں گے تو ننگے سر ہی تو نماز پڑھیں گے۔ اس عبارت سے تو ان کا مقدمہ نا صرف کمزور ہوا بلکہ ان کے خلاف ڈگری ہوگئی کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ آپ ننگے سر نماز نہیں پڑھتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور دونوں باتیں اس عبارت سے غلط ثابت ہوگئیں کیونکہ اس سے ثابت ہوا کہ آپ نماز ننگے سر بھی پڑھتے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ننگے سر نماز مکروہ نہیں ہے کیونکہ آپ کی نماز کو مکروہ بتانے والا سب مسلمانوں کے نزدیک نہایت مکروہ آدمی ہے چاہے وہ اپنا نام کچھ بھی رکھ لے اور اپنے آپ کو عالم اور مفتی بھی کہلاتا ہو۔

ایک عبارت مفتی صاحب نے مشہور صوفی بزرگ عبدالوہاب شعرانی صاحب کی نقل کی ہے۔

ترجمہ حاضر کرتا ہوں۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نماز میں عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانپنے کا حکم دیتے تھے اور نماز میں سر کھلا رکھنے سے منع فرماتے تھے۔ (ترجمہ مفتی

عفان صاحب)

مفتی صاحب نے کشف الغمہ سے یہ عبارت جو نقل فرمائی ہے کاش شعرانی صاحب نے اس بات کا کوئی حوالہ بھی دیا ہوتا اگر وہ حوالہ میں کسی حدیث کو پیش کرتے اور وہ صحیح ہوتی تو مسئلہ حل ہو جاتا مگر افسوس شعرانی صاحب بہت متأخر صوفیا میں سے ہیں رسول اکرم ﷺ اور ان کے درمیان کئی سو سال کا فاصلہ ہے اور ظاہر ہے اس قدر فاصلہ کے بعد ان کی بات کے لئے بلا حوالہ قابل قبول ہو سکتی ہے۔

مفتی عفان صاحب بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ فاصلہ اس قدر ہے کہ ''تنقطع اعناق المطی''، لیکن انہوں نے محض اکابر کے زعم میں ان کا حوالہ پیش کر دیا حالانکہ یہ محفل مریدوں کی تھی نہیں کہ نعرہ لگاتے تھے۔ ہم ان سے عرض کریں گے کہ مفتی صاحب اپنے علم وعہدے کا خیال فرمائیے دلیل وہ دیجئے جو کچھ دور تک چل سکے۔ مفتی صاحب ان عبارتوں کے آخر میں لکھتے ہیں:

مذکورہ بالا روایات سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ ٹوپی اسلامی اور نبوی شعار ہونے کے ساتھ ساتھ لباسِ زینت کا جز ہے جس کو اختیار کرنا خاص طور سے نماز جیسی اہم عبادت میں محمود ومستحب ہے اور بلاضرورت ننگے سر نماز پڑھنا خلافِ ادب اور مکروہ ہے۔

''ٹوپی اسلامی اور نبوی شعار ہونے کے ساتھ ساتھ لباس زینت کا جز ہے جس کو اختیار کرنا خاص طور سے نماز جیسی اہم عبادت میں محمود ومستحب ہے اور بلاضرورت ننگے سر نماز پڑھنا خلاف ادب اور مکروہ ہے۔''

مفتی صاحب آپ کی پیش کردہ عبارات سے صرف اتنا ہی ثابت ہوا کہ ٹوپی اور عمامہ اسلامی شعار ہے، خاص نماز کے لئے اس کا ضروری ہونا نیز ننگے سر نماز پڑھنا خلاف ادب اور مکروہ ہے۔

یہ دونوں باتیں ہرگز ثابت نہیں ہوئیں بلکہ خود آپ کی پیش کردہ علامہ غزالی کی عبارت سے ننگے سر نماز پڑھنا ثابت ہوا اور اس کو مکروہ کہنا غلط ثابت ہوا۔

نماز کے وقت اچھا لباس پہننا:

اس عنوان کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔

غیر مقلدوں کا نظریہ:

اس عنوان کے تحت مفتی عفان صاحب نے راقم الحروف کی کتاب بارہ مسائل بیس لاکھ انعام کا حقیقت پسندانہ جائزہ کے ایک اقتباس پر نظر کرم فرمائی ہے۔ مگر درمیان سے بہت ساری عبارت اڑا دی ہے پوری

عبارت یہ:

''ہمارے یہاں ہندوپاک میں مرض تقلید میں گرفتار بعض مولیوں کو ننگے سر نماز پڑھنے سے الرجی ہے حالت یہ ہے کہ جہاں انہوں نے کوئی نمازی ننگے سر دیکھا اور وہ بدکے، ان مولیوں کے اس رویہ سے عوام میں یہ تاثر جم گیا ہے کہ ننگے سر نماز نہیں ہوتی، بعض دفعہ تو نمازی مسجد میں آجاتا ہے اور جب صف میں کھڑا ہونے لگا اور اسے یاد آیا کہ ٹوپی تو گھر میں رہ گئی یا کسی نے اشارہ کر دیا کہ حضرت ٹوپی؟ تو نماز چھوڑ کر سرپٹ گھر بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور جماعت چھوڑ دیتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ بعض ایسے لوگوں سے بھی واسطہ پڑا کہ جب ان سے کہا گیا کہ آؤ نماز پڑھ لیں تو وہ افسوس سے کہہ دیتے ہیں کہ ٹوپی نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض لوگوں نے ٹوپی کو اس قدر ضروری خیال کیا کہ حصول ثواب کے لئے مسجدوں میں چٹائی کی بنی یا پلاسٹک کی ٹوپیاں لاکر ڈھیر کر دیں۔ جن کا میل کچیل اور جن سے اٹھنے والی بدبو کے بھبکے آدمی کو ان سے نفرت پیدا کر دے۔ لیکن ان مفت کے مفتیوں کی سخت گیری کہ وجہ سے وہ ان بدبودار، پھوٹی ادھڑی ٹوپیوں کو سر پر لگانے پر مجبور ہیں ایسے ابتلاء عام میں بھی اہل حدیث مساجد اس قبیح صورت

سے پاک ہیں حد تو یہ ہے کہ ان ٹوپیوں کا چلن اس قدر عام ہوا کہ اب کوئی آدمی جیب میں ٹوپی نہیں رکھتا سوچتا ہے کہ مسجد میں ٹوپی مل جائے گی اور اگر ٹوپی نہ ملے تو متولیوں پر تبصرہ، وتبرا، شروع ہوجاتا ہے کہ ان سے مسجد کا ذرا انتظام نہیں سنبھلتا۔

اس سے زیادہ افسوسناک صورت حال تو یہ ہے کہ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی سنت ہے، جس کے بغیر رسول ﷺ نے نیز صحابہ کرام نے کوئی نماز ادا نہیں فرمائی اس کے لئے ان مولیوں کی زبانیں گنگ ہیں اس کے لئے کبھی نا نعرے بازی ہے اور نہ اکھاڑے بازی، کیا یہ بات باعث شرم نہیں کہ آدمی ننگے منہ نماز پڑھے تو ان مولیوں کی رگ حمیت نہ پھڑکے، لیکن اگر کوئی ننگے سر نماز پڑھنے کھڑا ہوجائے تو ان کی رگ تعصب پھڑکنے لگے اور فوراً یہود ونصاری سے ملانا شروع کردیں، افسوس۔[بارہ مسائل ،بیس لاکھ انعام کا حقیقت پسندانہ جائزہ: ص۲۰۸]۔

ناظرین کرام!

مفتی عفان صاحب نے اس کے جواب میں صرف اتنا فرمایا:

اس کے جواب میں صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ: ''اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' ایک تو بغیر کسی مجبوری کے غیر مناسب وضع اختیار کی جائے اور ننگے سر نماز پڑھنے کو اپنا شعار اور عادت بنالی جائے پھر اگر کوئی ایمانی جس کے تقاضہ اس امر پر نکیر کرے تو اسے 'الرجی' سے تعبیر کیا جائے۔ فیاللعجب وضیعۃ الأدب۔

اگر یہ جواب ہے تو واقعی ''لاجواب ہے''

غیر مقلدین کے معتدل علماء کی آراء:

مفتی عفان صاحب نے اپنے کتابچہ کے صفحہ ۷ پر مندرجہ بالا عنوان لگایا ہے اور اس کے تحت دیوبندی کتابوں کے حوالوں سے اہل حدیث علماء کے فتوؤں کے بعض اقتباسات نقل فرمائے ہیں۔

اہل حدیث علماء کے ان اقتباسات کا جواب ہم ''بارہ مسائل ۔۔الخ میں دے چکے ہیں مفتی عفان صاحب نے ہمارے جواب میں کیا کمی پائی ذکر نہیں کیا ہم تو یہ سوچ رہے تھے کہ موصوف کوئی اور چیز پیش فرمائیں گے لیکن انہوں نے تو وہی ملتانی صاحب اور صفدر صاحب کی پیش کردہ عبارات ہی پیش کردیں وہ بھی بہت سارے خطہ کے علماء کرام کے نام تک درست نہیں لکھے۔

ہم مفتی صاحب سے عرض کرینگے کہ وہ آئندہ معتدل علماء کے نہیں بلکہ متشدد علماء کے فتاوے پیش کریں تاکہ ہمیں بھی تو پتہ چلے کہ وہ کون علماء اہل حدیث ہیں جنہوں نے ننگے سر نماز پڑھنے کو ضروری لکھدیا ہے جس پر ہمارے یہ بھائی چراغ پا ہیں۔

اہل حدیث علماء میں بھی معتدل ہیں مفتی صاحب نے یہ اعتراف کیا ہے اب آئندہ ہم دیکھینگے وہ اپنے اس بیان پر کب تک قائم رہتے ہیں۔

غیر مقلدین کے مستدلات کا اجمالی جواب:

تنابز بالالقاب کے رسیا مفتی محمد عفان صاحب آخر میں لکھتے ہیں:

مولوی رضا اللہ عبدالکریم نے اخیر میں بعض روایات کے ذریعہ ننگے سر نماز پڑھنے کا ثبوت پیش کیا ہے۔ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ننگے سر نماز پڑھنے کی نفس اباحت اور جواز کا علماء اہل حق نے انکار نہیں کیا ہے، بلکہ بلاضرورت ننگے سر نماز پڑھ لینے کو عادت بنا لینا مکروہ قرار دیا ہے،اس لیے یہ روایات علمائے اہلِ حق کے خلاف دلیل نہیں بن سکتیں۔

محترم! یہ بات کہ ''ننگے سر نماز پڑھنے کی نفس اباحت اور جواز کا علماء حق نے انکار نہیں کیا ہے بلکہ بلاضرورت ننگے سر نماز پڑھ لینے کو عادت بنا لینا مکروہ قرار دیا ہے۔''

اب آپ کے منہ سے وہ بھی بڑی مشکل سے نکل رہا ہے ورنہ آپ اور آپ کے علماء جنہوں نے حق کا ٹھیکہ لے رکھا ہے یہی کہتے رہے کہ ننگے سر نماز مکروہ ہے آپ اپنے اسی رسالہ کے صفحہ ۳ کو دیکھ لیں آپ نے خود یہی عنوان لگایا ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔اور اس کے نیچے قرآن کی آیت لکھدی جس سے بچارا کم پڑھا لکھا آدمی یہی سمجھے کہ قرآن میں لکھا ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔میرے محترم! ہم نے جو احادیث پیش کی ہیں وہ آپ جیسے علماء کو یہ بتانے کے لئے کافی ہیں کہ آپ کا موقف اس بارے میں غلط ہے اور آپ کے دعویٰ پر کوئی ایک دلیل صحیح صریح غیر معارض موجود نہیں ہے۔

خود آپ کے فقہاء کا بھی وہ موقف نہیں ہے جو آپ جیسے دیوبندی مولویوں نے اختیار کر رکھا ہے۔حق پرست علماء کا کام حق پرستی ہوتا ہے اور آپ اکابر پرستی کے خوگر ہیں۔

معمولی معمولی باتوں کو لیکر بکھیڑا کھڑا کرنا فتوے بازی کرنا، ناجائز وحرام قرار دینا بلاثبوت الزام تراشیاں کرنا علماء حق کا کام نہیں ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ کے علوم ومعارف کے ہم خوشہ چین ہیں ان کا موقف ہرگز وہ نہیں ہے جو آپ حضرات کا ہے اگر آپ حضرات کا موقف وہی ہے جو ان کا ہے تو اعلان فرمادیں کم از کم اس مسئلہ میں آپ کا موقف وہی ہے جو شیخ الحدیث صاحب کا ہے ہمیں انتظار رہے گا۔

''ایک کپڑے کو اگر لپیٹا جائے تو سر ڈھکا جا سکتا ہے۔''

امکان سے مسئلے حل نہیں ہوتے حقیقت اور واقعیت کسی مسئلہ کو کوئی شکل دیتی ہے حدیث میں جہاں کہیں بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے ساتھ ہی کندھے پر کپڑا ہونے کا تذکرہ بھی ہے ذخیرہ حدیث میں اگر آپ کو کوئی ایسی حدیث ملتی ہے جس میں اللہ کے رسول نے ایک کپڑے میں نماز کی اجازت دیتے ہوئے سر ڈھکنے کا ذکر بھی فرمایا ہے تو ضرور اطلاع دیجئے گا آپ استاد حدیث ہیں کوشش ضرور کیجئے گا۔

آخر میں دو سوال پیش خدمت ہیں توجہ ضرور فرمایئے گا اس مسئلہ کے حل میں کافی مدد ملے گی۔

۱: رسول اکرم ﷺ نماز یا غیر نماز میں سر ڈھانکتے تھے یہ سنت ہے لیکن سنتِ عادہ ہے یا سنت عبادہ۔

۲: جس طرح بلاضرورت ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے کیا اسی طرح باقی زندگی میں ننگے سر رہنا مکروہ ہے یا نہیں اگر مکروہ ہے تو فتویٰ دیجئے اور اس کے متعلق بھی کتاب لکھئے اور اگر مکروہ نہیں ہے تو وجہ افتراق بتایئے۔بینوتو جروا

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد واٰلہ وصحبہ واھتدیٰ بہدیہ وسلم

رضاء اللہ عبدالکریم المدنی

(ختم شد)

کلمہ طیبہ کے ثبوت میں ایک اور روایت

ابوالفوزان کفایت اللہ السنابلی

حنفی حضرات یہ دعوی کرتے پھرتے ہیں کہ کلمہ طیبہ کسی بھی حدیث میں موجود نہیں حالانکہ اس کا ثبوت متعدد احادیث میں موجود ہے اس سلسلے کی ایک حدیث سند کی پوری تحقیق کے ساتھ اہل السنہ بابت دسمبر ۲۰۱۲ میں پیش کی جاچکی ہے۔

اب آیئے اسی حدیث کوایک دوسری کتاب سے بالکل صحیح سند کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

ابوالقاسم حسین بن محمد حنائی (۴۵۹) نے کہا:

أَخبَرَنا أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الرَّحمَنِ بْنُ عُثْمانَ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ مَعْرُوفِ بْنِ حَبِيبِ بْنِ أَبَانٍ التَّمِيمِيُّ قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ قَالَ: ثنا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ أَيُّوبَ بْنِ حَذْلَمٍ القاضي الأسدي قَالَ: ثنا أَبُو زُرْعَةَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍو النَّصْرِيُّ قال: ثنا أبو اليمان قال أبنا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَمَنْ قَالَ لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي نَفْسَهُ وَمَالَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ قَالَ: فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ وَذَكَرَ قَوْمًا اسْتَكْبَرُوا فَقَالَ: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لا إله إلا الله يستكبرون﴾ وَقَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كلمة التقوى وكانوا أحق بها وأهلها﴾ وَهِيَ: **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ** اسْتَكْبَرَ عَنْهَا الْمُشْرِكُونَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ فَكَاتَبَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى قضية مدة[فوائد الحنائی: ج۱ص ۵۴ حدیث نمبر ۱۰]۔

صحابی رسول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے نبی ﷺ سے حدیث بیان کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ **لاالٰہ الااللہ** کہہ دیں، اورجس نے **لاالٰہ الااللہ** کہہ دیا اس نے ہم سے اپنے جان ومال کی حفاظت کرلی الا یہ کہ خود اس کا کوئی حق بنے اوراس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا تو تکبر کرنے والی ایک قوم کا ذکر کیا: ﴿یقیناً جب انہیں لا الہ الا اللہ کہا جاتا ہے تو تکبر کرتے ہیں [الصافات:۳۷/۳۵]﴾ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿جب کفر کرنے والوں نے اپنے دلوں میں جاہلیت والی ضد رکھی تو اللہ نے اپنا سکون واطمینان اپنے رسول اورمومنوں پر اتارا اوران کے لئے کلمۃ التقوی کو لازم قرار دیا اوراس کے زیادہ مستحق اوراہل تھے[الفتح:۴۸/۲۶] ﴾ اوروہ (کلمۃ التقوی) "**لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ**" ہے۔حدیبیہ والے دن جب رسول اللہ ﷺ نے مدت (مقرر کرنے) والے فیصلے میں مشرکین سے معاہدہ کیا تھا تو مشرکین نے اس کلمہ سے تکبر کیا تھا''[فوائد الحنائی: ج۱ص ۱۵۴ حدیث نمبر ۱۰]۔

یہ حدیث بالکل صحیح ہے اس سارے رواۃ ثقہ ہیں، **فوائد الحنائی** کی تخریج کرنے والے امام ابومحمد عبدالعزیز بن محمد النخشبی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۵۶) نے بھی اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے کہا:

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ[فوائد الحنائی: ج۱ص ۱۵۴ حدیث نمبر ۱۰]۔

فوائد الحنائی کے محولہ صفحہ کا اسکین آگے ملاحظہ فرمائیں۔

للإمام العالم العدل أبي القاسم الحسين بن محمد الحنائي

المتوفى سنة ٤٥٩هـ

تخريج

الإمام الحافظ أبي محمد عبد العزيز بن محمد النخشبي المتوفى سنة ٤٥٦هـ

دراسة وتحقيق

خالد رزق محمد جبر أبو النجا

مدرس مساعد بقسم الحديث بكلية أصول الدين

بالزقازيق جامعة الأزهر

أضواء السلف

١٠- أخبرنا أبو محمد عبد الرحمن بن عثمان بن القاسم بن معروف بن حبيب بن أبان التميمي قراءةً عليه وأنا أسمع قثنا أبو الحسن أحمد بن سليمان بن أيوب بن حذلم القاضي الأسدي قثنا أبو زرعة عبد الرحمن بن عمرو النصري قثنا أبو اليمان قال أينا شعيب عن الزهري قال أخبرني سعيد بن المسيب أن أبا هريرة أخبره أن رسول الله ﷺ قال :

أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلّا الله ، ومن قال لا إله إلّا الله فقد عصم مني نفسه وماله إلا بحقه وحسابه علي الله ، قال : فأنزل الله عز وجل في كتابه وذكر قوماً استكبروا فقال : إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴾[١] ، وقال الله تبارك وتعالي : إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ﴾[٢] وهي : لا إله إلّا الله محمد رسول الله ، استكبر عنها المشركون يوم الحديبية[٣] فكاتبهم رسول الله ﷺ علي قضية مدة[٤] .

هذا حديث صحيح من حديث أبي بكر محمد بن مسلم بن عبيد الله ابن عبد الله بن شهاب الزهري ، عن أبي محمد سعيد بن المسيب بن حزن المخزومي القرشي ، أحد الأئمة بالمدينة ، من التابعين ، وأبوه

(١) سورة الصافات الآية رقم : (٣٥) .

(٢) سورة الفتح الآية رقم : (٢٦) .

(٣) الحديبية : قرية متوسطة ليست بالكبيرة سميت ببئر هناك عند مسجد الشجرة التي بايع رسول الله ﷺ تحتها ، وقيل سميت بشجرة حدباء كانت في ذلك الموضع . (معجم البلدان : ج٢ / ص٢٢٩) .

(٤) أي المصالحة في المدة المعينة . (عمدة القاري : ج ١٧ / ص٢٢٦) .

فرض نمازوں کے بعد غیر مسنون اذکار ودعائیں

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی (۵/آخری قسط)

فرض نمازوں کے بعد سورہ اخلاص پڑھنا ثابت نہیں ہے

امام طبرانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۰ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ الْعَلَاءِ بْنِ زِبْرِيقٍ الْحِمْصِيُّ، ثنا عَمِّي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ نا مُحَمَّدُ بْنُ حِمْيَرٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الْأَلْهَانِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ و (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ، إِلَّا الْمَوْتُ. [المعجم الكبير للطبراني:۔ ۱۱۴/۸]۔

صحابی رسول ابوامامہ ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس نے ہر فرض نماز کے بعد سورۃ اخلاص اور آیت الکرسی پڑھی اسے جنت میں داخل ہونے سے موت کے علاوہ کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

یہ روایت باطل اور موضوع و من گھڑت ہے اس کی سند میں موجود محمد بن ابراہیم یہ "محمد بن ابراہیم بن العلاء الدمشقی" کذاب ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴ھ) نے کہا:

يضع الحديث.

یہ حدیث گھڑتا تھا [المجروحين ابن حبان:۔ ۳۰۱/۲]۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ) نے کہا:

كذاب.

یہ بہت بڑا جھوٹا راوی ہے [سؤالات البرقانی للدارقطنی ص ۵۸]۔

امام ابن القیسرانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۰۷ھ) نے کہا:

يضع الحديث.

یہ حدیث گھڑتا تھا [تذكرة الحفاظ لابن القيسراني:۔ص: ۲۷۱]۔

معلوم ہوا کہ یہ روایت جھوٹی اور من گھڑت ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے باطل اور من گھڑت قرار دیا ہے اور اسے صحیح کہنے والے کو جاہل قرار دیا ہے، دیکھئے: [الضعيفة: رقم ۶۰۱۲ نیز الضعيفة: ج:۱۳ ص: ۳۳]۔

❀ تنبیہ:

امام أبوداود رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۵) نے کہا:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّ حُنَيْنَ بْنَ أَبِي حَكِيمٍ، حَدَّثَهُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ اللَّخْمِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقْرَأَ بِالْمُعَوِّذَاتِ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ ہر نماز کے بعد معوذات پڑھا کروں [سنن ابی داؤد رقم ۱۵۲۳]۔

بعض حضرات اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سورۃ اخلاص پڑھ سکتے ہیں کیونکہ یہاں معوذات جمع ہے اور اس میں سورہ فلق اور سورہ ناس کے ساتھ سورہ اخلاص بھی شامل ہے۔

عرض ہے کہ اس حدیث میں معوذات سے مراد صرف سورہ فلق اور سورہ ناس ہی ہیں اس کی دو دلیلیں ہیں:

اول: یہ کہ سورہ اخلاص میں استعاذہ سرے سے ہے ہی نہیں اس لئے معوذات میں اس کا شمار ہو ہی نہیں سکتا۔

دوم: اسی حدیث کے بعض طرق معوذتین (سورہ فلق اور سورہ ناس) کی صراحت ہے، چنانچہ:

امام ابن عساکر رحمہ اللہ (المتوفی ۵۷۱) نے کہا:

أَخْبَرَنَا هِبَةُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَأَحْمَدُ بْنُ

عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ رِضْوَانَ وَأَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَحْمَدَ قَالُوا :أنا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْهَرِيُّ، قَالَ :أنا أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ حَمْدَانَ قَالَ :نا بِشْرُ بْنُ مُوسَى قَالَ :نا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقْرِءُ، قَالَ :نا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ :حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ الرُّعَيْنِيُّ، وَأَبُو مَرْحُومٍ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيِّ، عَنْ عُلَي بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، أَنَّهُ قَالَ :(أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقْرَأَ الْمُعَوِّذَتَيْنِ فِي دُبُرِ كُلِّ صلاةٍ

صحابی رسول عقبہ بن عامر ﷛ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذتین (سورہ فلق اور سورہ ناس) پڑھوں[الأربعون الأبدال لابن عساکر ص۸۳ واسنادہ صحیح]۔

امام ترمذی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۹) نے کہا:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ :حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ :أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ أَنْ أَقْرَأَ بِالمُعَوِّذَتَيْنِ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ

صحابی رسول عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد معوذتین (سورہ فلق اور سورہ ناس) پڑھوں[سنن الترمذی رقم ۲۹۰۳ صحیح بالشواھد]۔

معلوم ہوا کہ نسائی وغیرہ کی روایت میں معوذات سے مراد صرف دو ہی سورتیں سورہ فلق اور سورہ ناس ہیں، اور رہی یہ بات کہ پھر نسائی کی روایت میں معوذات کے ساتھ مستعمل ہوا تو عرض ہے کہ عربی زبان میں ثتنیہ کے لئے بھی جمع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قران وحدیث میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں، مثلاً قران کے الفاظ ہیں:

﴿ إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾

(اے نبی کی دونوں بیویو!) اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرلو (تو بہت بہتر ہے) یقیناً تمہارے دل جھک پڑے ہیں[التحریم:٤]۔

اس آیت میں دودل کے لئے قلوب جمع مستعمل ہے۔

اسی طرح بخاری کی حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ الفاظ ہیں:

وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا

مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں شیطان کوئی بدگمانی نہ ڈال دے۔[صحیح البخاری رقم ۲۰۳۵]۔

اس حدیث میں بھی دودل کے لئے قلوب جمع مستعمل ہے۔

معلوم ہوا کہ تثنیہ (دو) کے لئے بھی جمع کا صیغہ عربی زبان میں استعمال ہوتا ہے۔

مزید یہ ہے کہ سورۃ اخلاص میں استعاذہ سرے سے ہے ہی نہیں تو پھر معوذات میں یہ سورت کیونکر شامل ہوسکتی ہے؟

نیز اس حدیث کے کسی ایک بھی طریق میں سورہ اخلاص کی صراحت نہیں ہے لہٰذا تغلیبا بھی سورہ اخلاص کی شمولیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ایک شبهه کا ازاله:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، قَالَ :حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهَا :أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ نَفَثَ فِي يَدَيْهِ، وَقَرَأَ بِالْمُعَوِّذَاتِ، وَمَسَحَ بِهِمَا جَسَدَهُ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ لیٹتے تو اپنے ہاتھوں پر پھونکتے اور معوذات پڑھتے اور دونوں ہاتھ اپنے جسم پر پھیرتے[بخاری رقم ۶۳۱۹]۔

اسی حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسری جگہ نقل کرتے ہوئے کہا:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا المُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ:أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ، ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا :قُلْ هُوَ اللّٰہُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ، يَبْدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ "

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ ہر رات جب بستر پر آرام فرماتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس (تینوں سورتیں مکمل) پڑھ کر ان پر پھونکتے اور پھر دونوں ہتھیلیوں کو جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم پر پھیرتے تھے۔ پہلے سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیرتے اور سامنے کے بدن پر۔ یہ عمل آپ تین دفعہ کرتے تھے[بخاری رقم ۵۰۱۷]۔

ان دونوں احادیث کو ایک ساتھ دیکھنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ پہلی حدیث میں معوذات پڑھنے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں معوذات کی تفصیل ذکر ہے جس میں سورہ فلق وسورہ ناس کے ساتھ سورہ اخلاص بھی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ سورہ اخلاص بھی معوذات میں شامل ہے۔

جواباً عرض ہے کہ یہاں سورہ اخلاص کو معوذات میں قطعاً نہیں شمار کیا گیا ہے بلکہ ایک ساتھ تین سورتوں کا ذکر ہوا جن میں دو سورتیں استعاذہ والی تھیں تو تغلیباً (جیسا کہ عربی زبان میں معروف ہے) تینوں کو معوذات کہہ دیا:

اس کی دو دلیل ہے:

اول : یہ کہ سورہ اخلاص میں استعاذہ سرے سے ہے ہی نہیں اس لئے معوذات میں اس کا شمار تغلیباً ہی ہوسکتا ہے۔

دوم : اسی حدیث کے بعض طرق میں سورہ فلق وسورہ ناس کو خاص معوذتین کے نام سے الگ ذکر کیا گیا ہے اور سورہ اخلاص کو علیحدہ ذکر کیا گیا ہے چنانچہ:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الأُوَيْسِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ، نَفَثَ فِي كَفَّيْهِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَبِالْمُعَوِّذَتَيْنِ جَمِيعًا، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ، وَمَا بَلَغَتْ يَدَاهُ مِنْ جَسَدِهِ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَمَّا اشْتَكَى كَانَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَفْعَلَ ذَلِكَ بِهِ قَالَ يُونُسُ: كُنْتُ أَرَى ابْنَ شِهَابٍ يَصْنَعُ ذَلِكَ إِذَا أَتَى إِلَى فِرَاشِهِ

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر آرام فرمانے کے لیے لیٹتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں پر قل ھو اللہ احد اور معوذتین (الناس اور الفلق) سب پڑھ کر دم کرتے پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر اور جسم کے جس حصہ تک ہاتھ پہنچ پاتا پھیرتے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر جب آپ بیمار ہوتے تو آپ مجھے اسی طرح کرنے کا حکم دیتے تھے۔یونس نے بیان کیا کہ میں نے ابن شہاب کو بھی دیکھا کہ وہ جب اپنے بستر پر لیٹتے اسی طرح ان کو پڑھ کر دم کیا کرتے تھے[بخاری رقم ۵۷۴۸]۔

اس حدیث کی اس روایت میں میں صرف سورہ فلق اور سورہ ناس کو معوذتین کے نام سے ذکر کیا گیا ہے اور سورہ اخلاص کو علیحدہ ذکر کیا گیا ہے یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ سورہ اخلاص معوذتین سے الگ ہے اور جس روایت میں تینوں کو معوذات کہا گیا ہے وہ تغلیباً ہے۔

لہٰذا سورہ اخلاص کا فی نفسہ معوذات میں ہونا الگ بات ہے اور معوذتین کے ساتھ اسے ذکر کرکے تغلیباً معوذات کہنا الگ بات ہے۔

پس جہاں دلائل سے ثابت ہوجائے کہ معوذتین کے ساتھ کسی اور سورہ کو ذکر کے تغلیباً سب کو معوذات کہا گیا وہاں معوذات میں اس علیحدہ سورت کو بھی شامل مانیں گے۔

لیکن جہاں صرف معوذات کا لفظ ہو اور اس بات کی کوئی دلیل نہ ہو کہ یہاں کسی اور سورت کو بھی معوذات کے تحت تغلیباً شامل کیا گیا ہے وہاں ہم معوذات کو تغلیب پر نہیں بلکہ حقیقت پر ہی محمول کریں گے اور اس سے صرف انہیں سورتوں کو مراد لیں گے جن میں فی الحقیقت استعاذہ کی بات ہو۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے موقف کی وضاحت

بخاری کی ایک حدیث ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ سونے سے قبل سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھتے تھے، یہ حدیث مختلف الفاظ میں مروی ہے ، اور ایک روایت میں ان تینوں صورتوں کا نام نہ ذکر کرتے ہوئے صرف معوذات کہہ کر ان کا تذکرہ کیا گیا[بخاری رقم ۶۳۱۹]۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا:

وَالْمُرَادُ بِالْمُعَوِّذَاتِ سُورَةُ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ وَجَمَعَ إِمَّا بِاعْتِبَارِ أَنَّ أَقَلَّ الْجَمْعِ اثْنَانِ أَوْ بِاعْتِبَارِ أَنَّ الْمُرَادَ الْكَلِمَاتُ الَّتِي يَقَعُ التَّعَوُّذُ بِهَا مِنَ السُّورَتَيْنِ وَيُحْتَمَلُ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْمُعَوِّذَاتِ هَاتَانِ السُّورَتَانِ مَعَ سُورَةِ الْإِخْلَاصِ وَأَطْلَقَ ذَلِكَ تَغْلِيبًا وَهَذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ

معوذات سے مراد سورہ فلق اور سورہ ناس ہے اور یہاں جمع کا استعمال اس اعتبار سے ہے کہ کم سے کم دو کے لئے بھی جمع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے یا ان دونوں سورتوں کے اندر تعوذ کے جو کلمات ہیں ان کے اعتبار سے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ معوذات سے مراد ان دونوں سورتوں کے ساتھ سورہ اخلاص بھی ہے اور جمع کا صیغہ تغلیباً استعمال کیا گیا ہو اور یہی بات قابل اعتماد ہے[فتح

الباری لابن حجر: ۸/ ۱۳۱-۱۳۲]۔

اس تشریح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے گرچہ مؤخر الذکر بات کو معتمد بتلایا ہے لیکن حتمی طور پر انہوں نے کوئی رائے قائم نہیں کی ہے کیونکہ یہ بات کہتے وقت ان کے سامنے صرف یہی روایت تھی ، حالانکہ اس حدیث میں معوذات میں سورہ اخلاص بھی شامل ہے اور سب کو معوذات تغلیبا کہا گیا ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں پوری صراحت کے ساتھ یہ بات موجود ہے ، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو جب دوسری صریح روایت ملی تو انہوں نے کہا:

قَدْ كُنْتُ جَوَّزْتُ فِي بَابِ الْوَفَاةِ النَّبَوِيَّةِ مِنْ كِتَابِ الْمَغَازِي أَنَّ الْجَمْعَ فِيهِ بِنَاءً عَلَى أَنَّ أَقَلَّ الْجَمْعِ اثْنَانِ ثُمَّ ظَهَرَ مِنْ حَدِيثِ هَذَا الْبَابِ أَنَّهُ عَلَى الظَّاهِرِ وَأَن الْمُرَاد بِأَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ بالمعوذات أَيِ السُّوَرِ الثَّلَاثِ وَذَكَرَ سُورَةَ الْإِخْلَاصِ مَعَهُمَا تَغْلِيبًا لِمَا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ مِنْ صِفَةِ الرَّبِّ وَإِنْ لَمْ يُصَرِّحْ فِيهَا بِلَفْظِ التَّعْوِيذِ

میں نے کتاب المغازی میں وفات نبوی کے باب کے تحت اس بات کو جائز قرار دیا تھا کہ معوذات سے مراد سورہ فلق وسورہ ناس ہی ہیں اور جمع کا صیغہ اس لئے مستعمل ہے کیونکہ کم سے کم دو پر بھی جمع کا اطلاق ہوتا ہے لیکن اس باب کی حدیث سے پتہ چلا کہ معوذات اپنے ظاہری معنی میں ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تینوں سورتیں پڑھتے تھے اور سورہ اخلاص کو بھی معوذات کے ساتھ تغلیبا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اس میں رب کی صفات کا تذکرہ ہے گرچہ اس میں تعوذ کے الفاظ کی صراحت نہیں ہے[فتح الباری لابن حجر:۹/۶۲]۔

اس قول میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس بات کو حتمی شکل دے دی جسے گذشتہ قول میں احتمالا ذکر کیا تھا اور ایسا اس وجہ سے کی عین اسی حدیث کے دوسرے طریق صراحت مل گئی کہ یہاں معوذات میں تغلیبا سورہ اخلاص بھی شامل ہے۔

عرض ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اس بات سے کسی کو انکار نہیں، ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جہاں کہیں بھی اس بات کی دلیل مل جائے کہ معوذات میں تغلیبا کسی اور سورت کو بھی شامل کیا گیا ہے وہاں ہم یہ تسلیم کرلیں گے کہ معوذات میں تغلیبا فلاں سورت کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

لیکن جس حدیث میں صرف معوذات کا لفظ ہو اور اس کے کسی ایک طریق میں بھی سورہ فلق وسورہ ناس کے علاوہ کسی اور سورت کی شمولیت کی صراحت نہ ہو تو وہاں ہم معوذات میں حقیقت پر ہی محمول کریں جیسا کہ فرض نماز کے بعد معوذات پڑھنے والی حدیث ہے کیونکہ اس کے کسی ایک طریق میں بھی معوذات کی تفصیل بتاتے ہوئے سورہ اخلاص کی صراحت نہیں بلکہ بعض روایات میں تفصیل بتاتے ہوئے صرف معوذتین ہی کی صراحت ہے، کما مضی۔ لہٰذا جب دیگر طرق میں یہ وضاحت اور تفصیل آ گئی کہ معوذات سے مراد صرف اور صرف سورہ فلق اور سورہ ناس ہی ہیں تو تغلیبا کی بات نہیں کہی جائے گی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے آ گے کہا:

قد أخرج أصحاب السنن الثلاثة أحمد وابن خزيمة وابن حبان من حديث عقبة بن عامر قال " :قال لي رسول الله ﷺ :قل هو الله أحد ، وقل أعوذ برب الفلق ، وقل أعوذ برب الناس ، تعوذ بهن ، فإنه لم يتعوذ بمثلهن(ايضا)

عرض ہے کہ یہاں بھی سورہ اخلاص کا ذکر صراحتا ہے اس لئے یہاں تغلیبا سب کے لئے تعوذ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ واضح رہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی محولہ تمام کتب میں یہ روایت اس سیاق کے ساتھ نہیں ہے اور ایک مقام پر اسی طرح کی روایت ہے لیکن اس کا محل نماز کے بعد نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے آ گے کہا:

اقرأ المعوذات دبر كل صلاة "فذكرهن "

یعنی ایک حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد معوذات پڑھو اس کے بعد ان تینوں سورتوں کا ذکر ہے۔(ایضا)

عرض یہ کہ یہ بات ذخیرہ احادیث میں سے کسی بھی حدیث میں نہیں ہے اس لئے یہ حافظ موصوف کا وہم ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ فرض نمازوں کے بعد سورہ اخلاص پڑھنے سے متعلق کوئی ایک بھی صحیح روایات موجود نہیں ہے اور جس روایت میں ''معوذات '' کا لفظ ہے اس سے مراد صرف سورہ فلق اور سورہ ناس ہیں کیونکہ دوسری حدیث میں اس کی صراحت آ گئی ہے، اور صرف دو پر بھی جمع کا اطلاق ہوتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کا منہج اختلاف

تحریر: فضیلۃ الشیخ عدنان محمد العرعور ● ترجمانی: سرفراز فیضی

اختلاف کی کئی قسمیں ہے۔

اختلاف کی پہلی قسم

1: خلاف الترف

تعریف:

خلاف الترف سے مراد ان مسائل کا اختلاف ہے جن کا تعلق نہ ہی عقیدہ وعمل سے ہو، نہ ان سے کسی قسم کا نفع یا نقصان جڑا ہوا ہو، اور نہ ہی ان سے کسی نص کا انکار یا مخالفت لازم آ رہی ہو۔

مثلا: اصحاب کہف کی تعداد کتنی تھی؟ وہ کس شہر کے رہنے والے تھے اور کس غار میں انہوں نے پناہ لی تھی؟ وہ کون سا پیڑ ہے جس کا پھل حضرت آدم علیہ السلام نے کھایا تھا؟ وہ کون سی جنت ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام کو نکالا گیا تھا؟ وغیرہ وغیرہ

قاعدہ اور حکم:

طالب علم کے لیے اس قسم کے بحثوں میں پڑنا شرعا تو جائز ہے لیکن ان کے پیچھے وقت کا بہت زیادہ ضیاع مناسب نہیں۔ خاص طور پر اس لیے بھی کہ کہیں ان کی دیکھا دیکھی عام لوگ بھی ان بحثوں میں نہ الجھ جائے۔

عوام کو۔۔۔خواہ مہذب ہوں پھر بھی۔۔۔۔اس قسم کی بحثوں سے اجتناب برتنے کی تلقین کی جانی چاہیے۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی نہ مانے تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے (یعنی احتراز کی تلقین میں بھی سختی نہیں برتنی چاہیے)

اختلاف کی دوسری قسم

2: خلاف التنوع

خلاف التنوع سے ہماری مراد وہ مسائل ہیں جن میں ایک سے زائد صورتیں جائز ہوں۔ جیسے قراءات کا اختلاف، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلی پڑھی جانی والی دعاؤں کے بارے میں اختلاف، اس بات میں اختلاف کہ استطاعت کے بعد نکاح اور حج میں سے کسے ترجیح دی جائے؟ وغیرہ

حکم اور قاعدہ:

اس قسم کے اختلافات کو لڑائی جھگڑے کی بنیاد بنانا صحیح نہیں، ایسے معاملات میں ہر مسلمان کو اجازت ہے کہ مصلحت کے مطابق جو موقف اسے مناسب لگے اختیار کر لے۔

اختلاف کی تیسری قسم

3: الخلاف المعتبر أو خلاف الفهم والاجتهاد (جائز اختلاف یا فہم واجتہاد کا اختلاف)

تعریف:

وہ اختلاف جو ان اشخاص کی طرف سے ہو جن کے اندر مندرجہ ذیل تین صفات پائی جاتی ہوں۔

1: اجتہاد کی اہلیت: یعنی اختلاف کرنے والے فریقین میں مجتہد کے وہ سارے شرائط موجود ہوں جن پر اہل سنت والجماعت کو اتفاق ہے۔

2: اصول کی صحت: یعنی اصول دین، اصول عقیدہ، اور اصول فقہ و

استنباط میں وہ اہل سنت والجماعت کے منہج پر ہوں۔

3: مصادر کی صحت: یعنی جو فتویٰ یا حکم اس مجتہد نے صادر کیا ہے اس کی بنیاد ان مصادر پر ہو جن پر اہل سنت والجماعت اعتبار کرتے ہیں۔ یعنی قرآن، سنت اور اجماع، لہذا مجتہد اجماع کی مخالفت نہ کر رہا ہو، نہ کسی ایسی نص کی مخالفت کر رہا ہو جس کا معنی ومفہوم متفق علیہ ہے اور اس میں معنی ومفہوم کے اعتبار سے کسی اختلاف کی گنجائش موجود نہ ہو۔ اور اس کا اجتہاد فقہ کے معتبر اصولوں پر مبنی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کا یہ فتویٰ محض مصلحت کی بنا پر یا بہتر نتائج کی امید پر دیا گیا ہو یا فتویٰ سے محض کسی دینی پابندی سے چھٹکارا حاصل کرنا مقصود ہو، یا فتویٰ محض سہولت پیدا کرنے یا مشقت سے بچنے کے لیے دیا گیا ہو۔ یا اسی طرح کی دوسری وجوہات۔

مثال: جیسے بنی قریظہ میں عصر کی نماز پڑھنے کے حکم کے متعلق صحابہ کا اختلاف، جہری نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی قرات کے بارے میں علماء کا اختلاف، عورت کے چہرہ کے پردہ کے واجب ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف وغیرہ

قاعدہ:

☆ ایسے اختلاف کے بارے میں ہمارا اصول ہے **نبیـــن ولا نضلل، نصحح ولا نجرح**، یعنی ہم وضاحت کریں گے لیکن گمراہ نہیں قرار دیں گے، اور ہم تصحیح کریں گے لیکن جرح نہیں کریں گے۔ یعنی ہر فریق، فریق مخالف کی خطا کو تو واضح کرنے کی کوشش کرے گا لیکن فریق ثانی کو اپنے موقف سے روکنے کا حق کسی کو نہیں، کیونکہ روکا منکر کام سے جاتا ہے۔ اور سلف کا مذہب یہی رہا ہے کہ جس مجتہد میں مذکورہ شرائط موجود ہو اس کو اپنے موقف کے اختیار کرنے سے روکا نہیں جا سکتا۔

☆ اس قسم کے اختلاف میں ہر فریق، فریق ثانی کو معذور سمجھے گا۔ گرچہ اختلاف کا تعلق عقیدہ سے ہی کیوں نہ ہو۔ (عقیدہ میں اختلاف سے مراد جب اختلاف کا تعلق اصول عقیدہ یا ضروریات دین سے نہ ہو، بلکہ اختلاف عقیدہ کے فروعی مسائل میں واقع ہوا ہو، جیسے یہ اختلاف کہ اللہ نے پہلے عرش کو پیدا کیا یا قلم کو؟ یا اسی قسم کے اختلافات جن سے کسی فریق کا کافر یا فاسق ہو جانا لازم نہیں آتا۔)

☆ اس قسم کے اختلافات اس وقت تک جائز اختلافات کی قسم میں شمار کیے جائیں گے جب تک مختلف فیہ مسئلہ میں واضح نص نہ مل جائے، ایسی نص جس سے مسئلہ پوری طرح واضح ہو جائے۔

☆ ایسے اختلافات میں کسی فریق کا اپنی رائے ترک کر دینا بھی صحیح ہوگا، اپنے سے زیادہ علم یا فضیلت رکھنے والے کے اجتہاد پر اعتبار کرتے ہوئے، یا مسلمانوں کے اتحاد اور مصلحت کے پیش نظر یا تالیف قلوب کے لیے یا کسی بڑے فساد سے بچنے کے لیے۔

موقف:

طالب علم کو چاہیے کہ وہ اس قسم کے اختلافات میں دلائل کی قوت کو دیکھ کر فیصلہ کرے اور جس کی دلیل قوی معلوم ہو اس کے موقف کو ترجیح دے۔

اور عامی جو دلائل کی قوت جانچنے کی صلاحیت سے محروم ہو اس کو چاہیے کہ اس قسم کے اختلاف کی صورت میں وہ دو فتووں میں سے اس فتویٰ کی پیروی کرے جس پر اس کا دل مطمئن ہو۔ دل کا یہ اطمینان مختلف اسباب کی بنا پر ہو سکتا ہے۔ جیسے دو علماء کے درمیان اختلاف کی صورت میں اس عالم کی بات مان لے جو زیادہ علم والا ہے، یا اس عالم کی بات مان لے جو زیادہ متقی ہے، یا وہ عمل اختیار کر لے جس میں زیادہ احتیاط ہے، یا اس موقف کی اتباع کرے جس پر زیادہ علماء نے فتویٰ دیا ہو، یا اس عالم کی بات مان لے جس نے اس مسئلہ کا متخصص ہو۔ ان میں سے جس صورت میں بھی عامی کا دل مطمئن ہو جائے اس کے لیے اس کا اختیار کر لینا جائز ہے۔

خلاف معتبر کی صورتیں

پہلی صورت:

اہل سنت کا آپس میں کسی مسئلہ میں مختلف ہونا۔

جیسے تارک صلاۃ کے کافر ہونے کا مسئلہ، اسی طرح یہ مسئلہ کہ اللہ نے پہلے قلم کو پیدا کیا یا عرش کو؟ چہرے کے پردہ کے واجب یا مستحب ہونے کا مسئلہ، نیز اسی طرح کے دوسرے اختلافات۔

اللہ مجھ پر اور آپ پر رحم کرے، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ـــــ۔ وہ مسائل جن میں اہل سنت والجماعت آپس میں مختلف فیہ ہیں یا جن میں اہل سنت والجماعت کا پہلے سے اختلاف چلا آ رہا ہو ان

مسائل میں کسی فریق کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس اختلاف کو فرقہ بندی کی حد تک لے جائے ۔ اور ایسے مسائل کو انشقاق و افتراق کی بنیاد بنائے اور ان کی بنا پر گروہ بندی کرے، نہ ہی کسی فریق کو یہ حق حاصل ہے کہ فریق مخالف کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ اپنا موقف ترک کردے یا اس کا موقف اختیار کر لے۔

ایسا شخص ناحق ظلم کرنے والا کہلائے گا جو اس قسم کے مسائل میں تشدد برتے، یا ان کو آپسی دشمنی کی بنیاد بنائے، یا ان مسائل کو لے کر گروہ بندی کرے۔ جیسا کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ تارک صلاۃ کو کافر نہ ماننے والا مرجی ہے یا تارک صلاۃ کو کافر ماننے والا خارجی ہے۔ وغیرہ وغیرہ

دوسری صورت :

تاصیل اور تمثیل

جب مجتہدین یا مسلمان اصول وقواعد میں تو ایک دوسرے سے متفق ہوں لیکن ان قواعد کی تطبیق، یا اصولوں کی تفریع یا صورت حال پر ان کی تطبیق (application) کے بارے میں اختلاف ہوجائے تو کسی ایک فریق کے لیے دوسرے فریق کو اپنے موقف کے اختیار کرنے سے روکنا بھی جائز نہیں کجا یہ کہ فریق ثانی کو طعن وتشنیع کا ہدف بنانا جائز ہو۔

وضاحت:

جیسے مجتہدین تکفیر کے قواعد پر تو متفق ہوں لیکن کسی مخصوص فرد کی تکفیر کے بارے میں اختلاف ہوجائے، اسی طرح بدعت کے مفہوم پر تو مجتہدین کا اتفاق ہو لیکن کسی ایک عمل کے بدعت یا سنت ہونے کے بارے میں مجتہدین میں اختلاف ہوجائے ۔ اس قسم کے اختلافات کو لڑائی جھگڑے کی بنیاد بنانا بھی جائز نہیں تو ان کی بنا پر فرقہ بندی کیسے جائز ہوسکتی ہے ۔ اس قسم کے اختلاف میں بھی وہی قاعدہ نافذ ہوگا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں یعنی **نصحح ولا نجرح، نبیّن ولا نضلل**

تیسری صورت :

شخصیات کے بارے میں اختلاف

یاد رکھیے۔۔اللہ آپ پر رحم کرے۔۔۔ جب اختلاف کرنے والے مجتہدین کے اصول ایک ہوں، ان کا منہج بھی ایک ہی ہو تو محض کسی شخصیت کے بارے میں ان کے درمیان ہوجانے والے اختلاف کی وجہ سے کسی ایک فریق کو مطعون نہیں کیا جاسکتا ۔ اور نہ ہی اس قسم کے اختلاف کو بڑھاوا دے کر اسے نفرت اور محبت کا معیار بنایا جاسکتا ہے، اس قسم کے اختلافات میں ولاء اور براء کے آداب اور قواعد نہیں لاگو ہوتے ۔ نہ ان اختلافات کو لے کر لوگوں میں تفرقہ ڈالنا اور گروہ بندی کرنا جائز ہوگا۔ اس قسم کے مسائل جہاں اجتہاد کی بنیاد پر اختلاف کرنے کی گنجائش موجود ہو وہاں کسی ایک فریق کے لیے قطعا جائز نہیں کہ وہ دوسرے فریق کو گمراہ قرار دے۔ یا اس کے موقف کی وجہ سے اس سے علیحدگی اختیار کر لے ۔ اجتہاد کے مقامات میں اختلاف ہوجانا ایک فطری عمل ہے۔ لہذا کوئی فریق اگر ایسے مقامات پر فریق مخالف پر جرح کرے، یا اس کو اپنی تصنیفات کا موضوع بنائے تو وہ فرقہ پرست اور گمراہ قرار دیا جائے گا۔

اسی قسم کے اختلاف کی ایک صورت کسی شخصیت پر جرح یا تعدیل میں علماء کا اختلاف ہے ۔ جیسا کہ بعض افراد کی تکفیر کے بارے میں ہمارے اسلاف میں شدید اختلاف ہے ۔ بعض اشخاص کے بدعتی اور مجروح ہونے کے بارے میں شدید اختلاف ہے۔ مثلا حجاج بن یوسف کے کافر اور زندیق ہونے کے بارے میں اسلاف میں اختلاف ہے ۔ اسی طرح جنید بغدادی، ابراہیم بن ادہم اور عبدالقادر جیلانی وغیرہ کے بدعتی اور فاسق ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ بلکہ بعض شخصیات کے متعلق یہ اختلاف تک موجود ہے کہ وہ صحابی تھے یا منافق؟ اتنے شدید اختلافات ہونے کے باوجود اسلاف نے ان بنیادوں پر جھگڑے نہیں کیے اور نہ ان اختلافات کی بنا پر الگ فرقے بنائے ۔ نہ ان اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے پر جرح کی، نہ دوسرے پر اپنے قول کو اختیار کرنا لازم قرار دیا۔ نہ دوسرے کو ان سے براءت کا اظہار کرنے کی دعوت دی۔ لہذا ان میں سے کسی ایک عالم کے قول کو دوسرے عالم کے خلاف حجت نہیں بنایا جاسکتا۔ اور نہ ہی کسی ایک عالم کے یا علماء کو قول دلیل بنایا جاسکتا ہے جب تک سارے ہی علماء کسی مسئلہ میں متفق نہ ہوجائیں۔

سعید بن جبیر اور ان کے ساتھیوں نے جب حجاج بن یوسف کی تکفیر کی تو انہوں نے حسن بصری سے مطالبہ نہیں کیا کہ وہ بھی حجاج سے براء ت کا اعلان کریں۔ نہ ہی لوگوں میں یہ اعلان کیا کہ جو حجاج سے براءت

نہیں کرے گا وہ بدعتی ہے۔اور نہ ہی سعید بن جبیر نے حسن بصری کی تکفیر کی۔اس طرح کے اختلافات ولاء اور براء والے اختلافات نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض نو آموزوں نے اس کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔جو شخص بھی اس منہج کی مخالفت کرے گا وہ اسلام میں فرقہ بندی اور اختلاف کو فروغ دینے والا بنے گا۔اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ کا سبب بنے گا۔لہذا ایسے لوگوں کو خبردار ہو جانا چاہیے۔اور ہدایت کے راستہ کی پیروی کرنی چاہیے۔

جب معانی کے بارے میں ہمارا اتفاق ہو تو شخصیات کے بارے میں اختلاف ہو جانا کوئی حرج کی بات نہیں ۔اور شخصیات کے بارے میں اختلاف ہو جانے سے آپسی تعلقات ، اتحاد کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔لیکن یہ ہمارے زمانہ کا بہت بڑا فتنہ ہے کہ دلیل اور اصولوں کے بجائے اشخاص کو قبول و رد اور ولایت و براءت کی بنیاد بنا لیا گیا ہے۔ دلیل کے بجائے اشخاص کے لیے تعصب برتا جا رہا ہے۔ان کو نفرت اور محبت کا معیار سمجھ لیا گیا ہے جیسے کہ اسلام نے اشخاص ہی کو نفرت اور محبت کا معیار بنایا ہو۔**نعوذ بالله من فقه الصبيان**

چوتھی صورت :

کسی واقعہ کی اصل صورت اور واقعہ کے فہم میں اختلاف ہو جانے کی وجہ سے اس پر حکم لگانے میں اختلاف

وہ حضرات جو واقعات پر احکام نافذ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں ۔لیکن کسی مخصوص واقعہ کی اصل صورت حال کے فہم میں اختلاف ہو جانے کی وجہ سے اس پر حکم لگانے میں اختلاف ہو جائے تو ایسا اختلاف بھی اختلاف معتبر اور جائز اختلاف شمار کیا جائے گا۔

اس زمانہ میں ایسے بہت سارے ایسے مسائل ہیں جن میں علماء کا اختلاف ہے جیسے جدہ سے احرام باندھنے کے متعلق اختلاف ،مخصوص مدت کے لیے کرائے پر دی گئی چیز کی مدت پوری کر لینے پر کے بعد کرایہ دار کی ملکیت میں دے دینے کا مسئلہ (**العقود المنتهية بالتمليك** rent-to-own) بعض مقامات پر جہاد کے مشروع ہونے کے بارے میں اختلاف ، اسی اختلاف کی ایک صورت وہ اختلاف بھی تھا جو صحابہ کے درمیان بدر کے قیدیوں کے بارے میں ہوا تھا۔

پانچویں صورت :

قرآن وسنت کی کسی نص کی تفسیر وتشریح میں اختلاف ،یا کسی قول کی تفہیم میں اختلاف

اس قسم کے اختلاف کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں۔

اختلاف کی یہ ساری صورتیں خلاف معتبر ہی میں شمار کی جائیں گی۔ ہم نے یہ ساری تفصیلات اس لیے بیان کی تاکہ مسئلہ اچھی طرح سے واضح ہو جائے۔ لہذا اس قسم کے اختلافات میں کسی فریق کا تشدد برتنا، گروہ بندی کرنا، فریق مخالف کو گمراہ ، مجروح یا مطعون قرار دینا یا اس پر بالجبر اپنا موقف تھوپنا اور اس کے موقف کے اختیار کرنے سے اس کو روکنا قطعا جائز نہیں ۔اس قسم کے اختلافات میں ہر فریق پر لازم ہے کہ وہ نصیحت اور خیر خواہی کے جذبہ سے سرشار ہو کر پوری توقیر اور احترام کے ساتھ فریق مخالف کے سامنے اپنا موقف رکھے۔

خواہ یہ اختلافات کتنے ہی شدید ہوں اور ان سے کتنے ہی مسائل جڑے ہوں اور ان کے نتائج کتنے ہی وسیع ہوں ان مسائل کو طعن وتشنیع اور جرح کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا ایسے اختلافات میں اسلاف امت کا رویہ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے ۔حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھیں ،ان کا ماننا تھا کہ جنبی تیمم نہیں کر سکتا خواہ اس کو دس سال تک نمازیں کیوں نہ چھوڑنی پڑے ،ظاہری بات ہے یہ اختلاف بہت شدید تھا۔اسی طرح امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ تارک صلاۃ کو کافر سمجھتے تھے۔یعنی ان کے اس فتویٰ کی وجہ سے ان کے دوسرے ائمہ کے درمیان بہت سارے لوگوں کے مسلمان یا کافر ہونے کا اختلاف تھا۔جس پر بہت سارے مسائل کا انحصار ہے اور جس کے نتائج بہت شدید ہیں۔لیکن ان شدید اختلافات کے باوجود ہمیں کہیں یہ نہیں دکھائی دیتا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ان کے فتویٰ کی وجہ سے کسی نے طعن کیا ہو۔ یا امام احمد ابن حنبل کو کسی نے تارک صلوٰۃ کو کافر ماننے کی وجہ سے مجروح قرار دیا ہو۔اور نہ ہی کسی کے لیے جائز ہے کہ وہ ان مسائل کو بنیاد بنا کر ان عظیم شخصیات پر طعن کرے۔ بلکہ یہ حضرات تو ہر حال ایک یا دو اجر کے مستحق ہیں۔

جاری۔۔۔۔۔۔۔

بیس(۲۰) رکعات تراویح سے متعلق تمام روایات کا جائزہ

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

بیس رکعات سے متعلق جو روایات پیش کی جاتی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں:

- قسم اول: مرفوع روایات۔
- قسم ثانی: موقوف روایات۔
- قسم ثالث: مقطوع روایات۔

قسم اول: مرفوع روایات

ذخیرہ احادیث میں صرف دو مرفوع روایات ملتی ہیں جن سے بیس رکعات تراویح کی دلیل لی جاتی ہے، ذیل میں ان دونوں مرفوع روایات کا جائزہ پیش خدمت ہے:

پہلی مرفوع روایت

(حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ)

امام ابن ابی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۵ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ (فِي غَيْرِ جَمَاعَةٍ) عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ. [مصنف ابن أبی شیبة:۔ ۱٦٤/۲ رقم:۷٦۹۲، واخرجه ایضا عبدبن حمید فی المنتخب من المسند:۔ ص: ۲۱۸ رقم:٦٥۳، و ابن ابی ثابت فی الجزء الأول والثانی من حدیث ابن أبی ثابت، مخطوط:۔ ۱۲/۱ ترقیم جوامع الکلم، و الطبرانی فی المعجم الکبیر رقم :۔ ۳۹۳/۱۱ رقم :۱۲۱۰۲، وفی الاوسط :۔ ۲٤٤/۱ رقم:۷۹۸ و فیه ایضا: ۳۲٤/٥ رقم:٥٤٤۰، وابن عدی فی الکامل فی ضعفاء الرجال:۔ ۳۹۱/۱ و ابوالحسن النعالی فی حدیثه رقم:۳۳ ترقیم جوامع الکلم، و البیهقی فی السنن الکبری :۔ ٤۹٦/۲، و الخطیب فی موضح أوهام الجمع والتفریق :۔ ۳۸۷/۱، و تاریخ بغداد :۔ ٥۰۱/۱۳، وابن عبدالبر فی التمهید لابن عبد البر:۔ ۱۱٥/۸، وعمرو بن منده فی المنتخب من الفوائد :۔ ۲٦٥/۲، وابوطاهر ابن ابی الصقر فی مشیخة أبی طاهر ابن أبی الصقر :۔ص:۸٦ کلهم من طریق ابی شیبه ابراهیم بن عثمان به والزیاده عند ابن عدی و البیهقی اسناده موضوع]۔

ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان پر محدثین کی جرح :

اس روایت کی سند میں ایک راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان ہے جس پر محدثین نے سخت جرحیں کی ہیں، قدرے تفصیل ملاحظہ ہو:

امام شعبۃ بن الحجاج رحمہ اللہ (المتوفی: ۱٦۰ھ) نے کہا:

كذب وَالله. [العلل و معرفة الرجال:۔ ۲۸۷/۱ واسناده صحیح]۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۰ھ) نے کہا:

ضَعِيفُ الْحَدِيثِ. [الطبقات الکبری لابن سعد:۔ ۳۸٤/٦]۔

امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۳ھ) نے کہا:

لَيْسَ بِثِقَةٍ. [تاریخ ابن معین ۔روایة الدارمی:۔ص:۲٤۲]۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی: ۲٤۱ھ) نے کہا:

مُنكَرُ الْحَدِيثِ. [الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم:۔ ۱۱٥/۲]۔

امام جوزجانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲٥۹ھ) نے کہا:

أَبُو شَيْبَةَ إِبْرَاهِيمُ بْن عُثْمَانَ سَاقِطٌ. [أحوال الرجال للجوزجانی:۔ ص:۹]۔

امام ابوزرعۃ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲٦٤ھ) نے کہا:

ضَعِيفٌ. [الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم:۔ ۱۱٥/۲]۔

امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۷ھ) نے کہا:

ضَعِيفُ الْحَدِيثِ. سَكَتُوا عَنْهُ وَتَرَكُوا حَدِيثَه. [الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم :۔ ۱۱٥/۲]۔

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲٥٦ھ) نے کہا:

سكتوا عَنْهُ. [التاریخ الکبیر للبخاری:۔ ۳۱۰/۱]۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳٦٥ھ) نے کہا:

وَلأَبِي شَيْبَةَ أَحَادِيثُ غَيْرُ صَالِحَة غير مَا ذكرت عَنِ الْحكم وَعَنْ غَيرِهِ، وَهُوَ ضَعِيفٌ عَلىٰ مَا بينته . [الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی:۔ ۳۹۲/۱]۔

امام ترمذی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۹ھ) نے کہا:

إِبْـرَاهِيْـمُ بـنُ عُثْـمَـانَ هُـوَ أَبُـو شَيبَةَ الوَاسِطِي مُنكِـر الْحَدِيْث. [سنن الترمذی ت شاکر:۔۳/۳۳۷]۔

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۰۳ھ) نے کہا:

إِبْـرَاهِيـم بن عُثْمَان أَبُو شيبَة مَتْرُوك الحَدِيث كُوفِي. [الضعفاء والمتروكون للنسائي:۔ص:۱۲]۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ) نے بھی اسے متروکین میں ذکر کیا ہے:

إِبْـرَاهِيـم بن عُثْمَـانَ. أَبُو شَيبَه قَاضِي وَاسِط. [الضعفاء والمتروكين للدارقطني:۔ص:٤]۔

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۵۸ھ) نے کہا:

تـفـرد بـه أبـو شيبـه إبراهيم بن عثمان العبسي الكوفي وهو ضعيف. [السنن الكبرى للبيهقي:۔٢/٤٩٦]۔

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۳ھ) نے کہا:

وليس بالقوى. [التمهيد لابن عبد البر:۔٨/١١٥]۔

امام ابن القیسرانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۰۷ھ) نے کہا:

وإبراهيم متروك الحديث. [ذخيرة الحفاظ لابن القيسراني:۔١/٥٤٨]۔

امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی: ۶۷۶ھ) نے کہا:

وَأَبُو شَيْبَةَ هُوَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَانَ وَكَانَ قَاضِي وَاسِط وَهُوَ ضَعِيفٌ مُتَّفَقٌ عَلَى ضَعْفِهِ. [شرح النووي على مسلم:۔١/٦٤]۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ) نے کہا:

ترك حديثه. [الكاشف للذهبي:۔١/٢١٩]۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۰۷ھ) نے کہا:

وفيه إبراهيم بن عثمان أبو شيبة وهو متروك. [مجمع الزوائد للهيثمي:۔٤/١٨٠]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ) نے کہا:

متروك الحديث. [تقريب التهذيب لابن حجر:۔رقم:٢١٥]۔

راوی مذکور کی کسی بھی امام نے توثیق یا تعدیل نہیں کی ہے:

راوی مذکور سے متعلق بہت سے ناقدین کی جرحیں ملتی ہیں لیکن ہم نے اوپر صرف ان جروح کو پیش کیا ہے جو اپنے قائلین سے ثابت ہیں، ان ناقدین کے برخلاف کسی ایک بھی ناقد سے راوی مذکور کی توثیق سرے سے منقول ہی نہیں، توثیق تو درکنار اس بدنصیب راوی کی تعدیل بھی کسی امام سے نہیں ملتی۔

امام سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی: ۹۱۱ھ) نے کہا:

مَعَ أَنَّ هَذَيْنِ الْإِمَامَيْنِ الْمُطَّلِعَيْنِ الْحَافِظَيْنِ الْمُسْتَوْعِبَيْنِ حَكَيَا فِيهِ مَا حَكَيَا وَلَمْ يَنْقُلَا عَنْ أَحَدٍ أَنَّهُ وَثَّقَهُ وَلَا بِأَدْنَى مَرَاتِبِ التَّعْدِيلِ. [الحاوي للفتاوي:۔١/٤١٤]۔

لیکن کچھ لوگ مغالطہ دینے کے لئے امام ابن عدی اور یزید بن ہارون کا غیر متعلق قول پیش کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس راوی کی تعدیل کی گئی ہے اور یہ دیندار راوی ہے، حالانکہ ان دونوں اماموں نے بھی نہ تو اس راوی کی توثیق کی ہے اور نہ ہی تعدیل، ذیل میں ان اماموں کے کلام کی وضاحت کی جارہی ہے۔

امام ابن عدی کا قول:

امام ابن عدی سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا:

ولأبي شيبة أحاديث صالحة غير ما ذكرت عن الحكم وعن غيره. [الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي:۔١/٣٩٢]۔

عرض ہے کہ:

اولاً:

یہ عبارت الکامل کے جس نسخہ سے نقل کی گئی ہے اس میں اس عبارت کے اندر ناسخ سے ایک لفظ چھوٹ گیا ہے اور وہ ہے "صالحة" سے قبل "غير" کا لفظ، یعنی اصل عبارت یوں ہے:

ولأبي شيبة أحاديث غير صالحة غير ما ذكرت عن الحكم وعن غيره. [الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي:۔١/٣٩٢]۔

یعنی اس عبارت میں صالحۃ سے قبل موجود لفظ "غیر" کی کتابت ایک نسخہ میں ناسخ سے چھوٹ گئی ہے، اس کی دو دلیلیں ہیں:

☆ **پہلی دلیل:**

الکامل کے کئی مخطوطات میں اس مقام پر لفظ غیر موجود ہے انہیں میں سے وہ مخطوطہ بھی جو دکتور بشار عواد کے زیر مطالعہ تھا جیسا کہ انہوں نے تہذیب الکمال کے حاشیہ میں وضاحت کی ہے ان کے الفاظ آگے آرہے ہیں، اسی طرح تین محققین کی تحقیق سے بیروت سے الکامل کا جو نسخہ طبع ہوا ہے اس میں بھی متعلقہ عبارت لفظ غیر کے اثبات کے ساتھ ہے اور محققین نے کل گیارہ (۱۱) مخطوطوں سے اس کتاب کی تحقیق کی ہے لیکن حاشیہ میں اس مقام پر نسخوں کا کوئی اختلاف نہیں بتایا ہے، جس

سے معلوم ہوتا کہ ان کے پاس تمام مخطوطوں میں موجود یہ عبارت لفظ "غیـــــر" کے اثبات ہی کے ساتھ تھی ورنہ محققین حاشیہ میں نسخوں کا اختلاف ضرور بتلاتے جیسا کہ دیگر مقامات پر انہوں نے نسخوں کے اختلافات کو بتلایا ہے، اس محقق نسخہ کا عکس صفحہ نمبر (۴۲) اور (۴۳) پر ملاحظہ فرمائیں۔

☆ **دوسری دلیل:**

عبارت کا سیاق وسباق بھی اس لفظ "غیـــــر" کے اثبات پر شاہد ہے۔

غور کریں کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے سب سے پہلے اس راوی کی غیر صالح احادیث پیش کی ہیں اس کے بعد کہا کہ مذکورہ غیر صالح احادیث کے علاوہ بھی اس کی مزید غیر صالح احادیث ہیں، چنانچہ ابن عدی رحمہ اللہ کا پورا کلام یہ ہے:

ولأبی شیبة أحادیث غیر صالحة غیر ما ذکرت عن الحکم وعن غیره. [الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی:۔ ۳۹۲/۱]۔

اس عبارت میں "**غیر ما ذکرت عن الحکم وعن غیره**" پر غور کیجئے، یعنی امام ابن عدی رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ اوپر میں نے اس کی جو چند غیر صالح احادیث پیش کی ہیں اس کے علاوہ بھی اس سے غیر صالح احادیث مروی ہیں۔ یہ سیاق صاف بتلاتا ہے کہ ابن عدی نے راوی مذکور کی جن احادیث کو گنایا ہے اور جن کی طرف اشارہ کیا ہے دونوں کی نوعیت ایک ہی ہے، مزید یہ کہ اس کے فوراً بعد اپنے اس فیصلہ کی یہ علت بھی بتلائی ہے کہ:

وهو ضعیف علی ما بینته. [الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی:۔ ۳۹۲/۱]۔

یعنی ایسا اس وجہ سے ہے کیونکہ یہ ضعیف راوی ہے۔

دکتور بشار عواد نے بھی مذکورہ دونوں دلائل کی بنیاد پر اپنا یہی موقف پیش کیا ہے کہ اس عبارت میں لفظ "غیـــــر" بھی موجود ہے موصوف تہذیب الکمال کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

الذی فی نسختی المصورة من الکامل لابن عدی: غیر صالحة" وهو الاصوب فیما أری لقول ابن عدی قبل هذا بعد أن أورد لابراهیم جملة من الاحادیث غیر الصالحة: ولابی شَیْبَة أحادیث غیر صالحة غیر ما ذکرت عن الحکم وعن غیره، وهو ضعیف علی ما بینته." والظاهر لنا من المقارنات الکثیرة أن المزی اعتمد روایة أخری من الکامل لابن عدی غیر التی عندی، لکثرة ما أجد من الاختلاف بین الذی فی" الکامل" وبین الذی ینقله المزی عنه، وهذا لیس من عادته فهو دقیق فی النقل فی الاغلب الاعم. [حاشیہ رقم:٤ تهذیب الکمال للمزی:۔ ۱۵۱/۲]۔

تہذیب الکمال بتحقیق دکتور بشار عواد کے متعلقہ صفحہ کا عکس ملاحظہ فرمائیں صفحہ نمبر (۴۴) اور (۴۵) پر۔

دکتور بشار کی وضاحت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام مزی رحمہ اللہ کے سامنے بھی وہی مخطوطہ تھا جس میں مذکورہ عبارت ادھوری تھی۔

ثانیاً:

اگر اس عبارت میں "غیـــــر" کا اثبات نہ بھی مانیں تب بھی اس عبارت میں راوی مذکور کی نہ تو توثیق ہے اور نہ ہی تعدیل، اس میں صرف یہ ہے اس کی بعض مرویات صالح ہیں، بس۔ اب اگر کسی راوی نے چند درست باتیں نقل کر دیں تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ وہ راوی معتبر یا دیندار ہے، بخاری کی ایک روایت کے مطابق تو شیطان نے بھی آیۃ الکرسی سے متعلق درست بات کہی، اور اللہ کے نبی ﷺ نے اس کی تصدیق بھی کی لیکن ساتھ میں اسے جھوٹا بھی قرار دیا چنانچہ فرمایا:

أَمَـــا إِنَّـــهُ قَـدْ صَـدَقَکَ وَهُـوَ کَـذُوبٌ. [صحیح البخاری:۔ ۱۰۱/۳ رقم:۲۳۱۱]۔

معلوم ہوا کہ کذاب لوگ بھی کبھی کبھی صحیح بات بیان کر دیتے ہیں لیکن اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ ایسی چند روایت بیان کر کے وہ قابل اعتبار ہو گئے۔

نیز امام ابن عدی رحمہ اللہ نے مذکورہ کلام کے بعد فوراً کہا:

وهو ضعیف علی ما بینته. [الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی:۔ ۳۹۲/۱]۔

یہ اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ اسے بہر صورت ضعیف ہی مانتے ہیں، لہٰذا قائل کی منشا کے خلاف اس کے قول کی تشریح کرنا بہت بڑی خیانت ہے۔

یزید بن ہارون کا قول:

امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳ھ) نے کہا:

یزید بن هارون ما قضی علی الناس رجل یعنی فی زمانه أعدل فی قضائه منه. [تاریخ ابن معین، روایة الدوری:۔ ۵۲۳/۳]۔

عرض ہے کہ یزید کے اس قول میں محض درست فیصلہ کرنے کی بات ہے اور درست فیصلہ کرنے سے کسی کی دینداری قطعاً ثابت نہیں ہوتی، مسلمان تو درکنار کتنے غیر مسلمین ہیں جو درست فیصلے کرتے ہیں تو کیا ان کو دیندار اور متقی مان لیا جائے؟

علامہ نذیر احمد املوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عدل فی القضاء تو بعض غیر مسلموں کا بھی ضرب المثل ہے ، نوشیرواں عادل کا نام آپ نے بھی سنا ہوگا، بقول شیخ سعدی مرحوم:
نوشیرواں نہمرد کہ نام نکو گذاشت (انوار مصابیح:۔ص:۱۸۱،۱۸۲)۔

اس کے بعد علامہ نذیر احمد املوی رحمہ اللہ نے شریح رضی اللہ عنہ کی مثال پیش کی ہے کہ حالت کفر میں یہ اتنے درست فیصلے کرتے تھے کہ ابوالحکم سے مشہور ہوگئے ، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے فیصلہ کی تحسین کی لیکن ان کی کنیت تبدیل کردی ۔(ابوداؤد:۔ رقم:۴۹۵۵ واسنادہ صحیح)۔

اس کے بعد علامہ نذیر احمد املوی رحمہ اللہ آگے چل کر لکھتے ہیں:

سوچنے کی بات ہے کہ جب عدل فی القضاء سے کسی شخص کا مسلمان ہونا لازمی نہیں تو بھلا تدین اور تقوی ،حفظ اور ضبط کا وہ مرتبہ جو قبول روایت کے لئے محدثین کے نزدیک معتبر ہے اس کا ثبوت صرف اتنی سی شہادت سے کیسے ہوجائے گا۔(انوار مصابیح:۔ص:۱۸۱،۱۸۲)۔

یادرہے کہ یزید کے اس قول کے ناقل ابن معین رحمہ اللہ بکثرت دینداری کے اعتبار سے بھی رواۃ کو ثقہ کہتے رہتے ہیں اور دوسرے مقام پر انہیں رواۃ کی حفظ وضبط کے اعتبار سے تضعیف بھی کرتے ہیں لیکن زیرتذکرہ راوی کو ابن معین رحمہ اللہ نے صرف ضعیف کہا اور کسی بھی موقع پر اسے ثقہ نہیں کہا جس سے معلوم ہوا کہ ابن معین رحمہ اللہ کی نظر میں بھی یزید کے اس قول سے زیرتذکرہ راوی کی دینداری ثابت نہیں ہوتی۔

❁ اس روایت کے مردود ہونے پر اجماع ہے:

بیس رکعات والی یہ روایت محدثین کے یہاں بالاتفاق مردود یعنی ناقابل قبول ہے البتہ اسے رد کرتے ہوئے کسی نے ضعیف کہا، کسی نے سخت ضعیف کہا، کسی نے منکر کہا، کسی نے معلول کہا تو کسی نے موضوع کہا لیکن بہرحال اسے مردود قرار دینے پر تمام کے تمام محدثین متفق ہیں ، ذیل میں ہم چند محدثین کی تصریحات پیش کرتے ہیں:

❁ حدیث مذکور کی تضعیف کرنے والے محدثین:

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۸ھ) نے کہا:

تفرد به أبو شيبه إبراهيم بن عثمان العبسى الكوفى وهو ضعيف .[السنن الكبرى للبيهقى:۔۲/٤٩٦]۔

❁ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی:۴۶۳ھ) نے کہا:

و سلم أنه كان يصلى فى رمضان عشرين ركعة والوتر إلا أنه حديث يدور على أبى شيبة إبراهيم بن عثمان جد بنى أبى شيبة وليس بالقوى.[التمهيد لابن عبد البر:۔۸/١١٥]۔

❁ امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۔۷۴۸ھ) نے کہا:

ومن مناكير أبى شيبة ما روى البغوى، أنبأنا منصور بن أبى مزاحم، أنبأنا أبو شيبة، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى فى شهر رمضان فى غير جماعة بعشرين ركعة والوتر . [ميزان الاعتدال للذهبى:۔١/٤٨]۔

❁ امام ہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۰۷ھ) نے کہا:

عن ابن عباس قال: كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى فى رمضان عشرين ركعة والوتر. رواه الطبرانى فى الكبير والأوسط وفيه أبو شيبة إبراهيم وهو ضعيف.[مجمع الزوائد للهيثمى:۔٣/٢٢٤]۔

❁ امام بوصیری رحمہ اللہ (المتوفی:۸۴۰ھ) نے کہا:

وَمَدَارُ أَسَانِيدِهِمْ عَلَى إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ أَبِي شَيْبَةَ، وَهُوَ ضَعِيفٌ، وَمَعَ ضَعْفِهِ مُخَالِفٌ لِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ ثَلَاثَ عشرة ركعة منها ركعتي الْفَجْرِ. [إتحاف الخيرة المهرة للبوصيرى:۔٢/٣٨٤]۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا:

وأما ما رواه ابن أبى شيبة من حديث بن عباس كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى فى رمضان عشرين ركعة والوتر فإسناده ضعيف وقد عارضه حديث عائشة هذا الذى فى الصحيحين مع كونها أعلم بحال النبى صلى الله عليه وسلم ليلا من غيرها . [فتح البارى لابن حجر:۔٤/٢٥٤]۔

❁ احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی (المتوفی:۹۷۴ھ) نے کہا:

وَأَمَّا مَا وَرَدَ مِنْ طُرُقٍ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

يُصَلِّى فِى رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ. وَفِى رِوَايَةٍ زِيَادَةُ (فِى غَيْرِ جَمَاعَةٍ) فَهُوَ شَدِيدُ الضَّعْفِ اشْتَدَّ كَلَامُ الْأَئِمَّةِ فِى أَحَدِ رُوَاتِهِ تَجْرِيحًا وَذَمًّا. [الفتاوى الفقهية الكبرى:۔١/١٩٤]۔

۞ امام سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی:۹۱۱ھ) نے کہا:

هَذَا الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ جِدًّا لَا تَقُومُ بِهِ حُجَّةٌ. [الحاوى للفتاوى:۔١/٤١٣]۔

۞ حدیث مذکور کی تضعیف کرنے والے حنفی اکابرین:

۞ حنفیوں کے امام زیلعی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۶۲ھ) نے کہا:

وَهُوَ مَعْلُولٌ، بِأَبِى شَيْبَةَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ، جَدِّ الْإِمَامِ أَبِى بَكْرِ بْنِ أَبِى شَيْبَةَ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَى ضَعْفِهِ، وَلَيَّنَهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِى "الْكَامِلِ"، ثُمَّ إِنَّهُ مُخَالِفٌ لِلْحَدِيثِ الصَّحِيحِ عَنْ أَبِى سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ، كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى رَمَضَانَ؟، قَالَتْ: مَا كَانَ يَزِيدُ فِى رَمَضَانَ، وَلَا فِى غَيْرِهِ، عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً. [نصب الراية للزيلعي:۔٢/١٥٣]۔

۞ حنفیوں کے علامہ عینی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۵ھ) نے کہا:

كذبه شعبة وضعفه احمد وابن معين والبخارى والنسائى وغيرهم و اورد له ابن عدى هذا الحديث فى الكامل فى مناكيره. [عمدة القارى:۔ج:١١،ص:١٨٢]۔

۞ تنبیہ:

یادرہے کہ مکتبہ شاملہ میں عمدۃ القاری کا جونسخہ ہے اس میں اتفاق سے وہ صفحات غائب ہیں، جن میں علامہ عینی رحمہ اللہ کا مذکورہ کلام موجود ہے اس لئے ہم نے عمدۃ القاری کے مطبوعہ نسخہ سے متعلقہ صفحات کا عکس صفحہ نمبر(۴۶)اور(۴۷)پر پیش کیا ہے قارئین ملاحظہ فرمالیں۔

۞ حنفیوں کے امام ابن الہمام الحنفی (المتوفی:۸۶۱ھ) نے کہا:

وَأَمَّا مَا رَوَى ابْنُ أَبِى شَيْبَةَ فِى مُصَنَّفِهِ وَالطَّبَرَانِيُّ وَعِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّى فِى رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرِ فَضَعِيفٌ بِأَبِى شَيْبَةَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ جَدِّ الْإِمَامِ أَبِى بَكْرِ بْنِ أَبِى شَيْبَةَ مُتَّفَقٌ عَلَى ضَعْفِهِ مَعَ مُخَالَفَتِهِ لِلصَّحِيحِ. [فتح القدير للكمال ابن الهمام:۔١/٤٦٧]۔

۞ دیوبندیوں کے علامہ انور شاہ رحمہ اللہ (المتوفی:۱۳۵۳ھ) کہتے ہیں:

وأما النبى صلى الله عليه وسلم فصح عنه ثمان ركعات، وأما عشرون ركعة فهو عنه بسند ضعيف وعلى ضعفه اتفاق. [العرف الشذى للكشميرى:۔٢/٢٠٨]۔

یعنی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعات والی روایت صحیح ہے رہی بیس رکعات والی روایت تو وہ ضعیف سند سے منقول ہے اوراس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔

۞ ابوالطیب محمد بن عبدالقادر سندی حنفی نے کہا:

وورد عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى فى رمضان عشرين ركعة والوتر ، رواه ابن ابى شيبة و اسناده ضعيف وقد عارضه حديث عائشة هذا وهو فى الصحيحين فلا تقوم به الحجة. [شرح الترمذى:۔ج:١، ص:٤٢٣]۔

۞ مولانا محمد زکریا فضائل اعمال والے کہتے ہیں:

لا شک ان تحديد التراويح فى عشرين ركعة لم يثبت مرفوعا عن النبى صلى الله عليه وسلم بطريق صحيح على اصول المحدثين وماورد فيه من رواية ابن عباس فمتكلم فيها على اصولهم. [اوجزا المسالك :۔ج:١، ص:٣٩٧]۔

۞ حنفیوں کے علامہ حبیب الرحمان اعظمی کہتے ہیں:

بہرحال ہم کو اتنا تسلیم ہے کہ ابراہیم ضعیف راوی ہے اوراس کی وجہ سے یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ (رکعات تراویح:۔ص: ۵۹ ، بحوالہ انوار مصابیح:۔ص:۱۷۳)۔

۞ عبدالشکور لکھنوی نے کہا:

اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت تراویح مسنون ہے، اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس سے بیس رکعت بھی۔۔۔۔۔۔(علم الفقہ :۔ص:۱۹۸)۔

یعنی عبدالشکور صاحب کو اعتراف ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

۞ غلام حبیب دیوبندی لکھتے ہیں:

ولكنهما ضعيفان. [ضياء المصابيح فى مسئلة التراويح:۔ص:٥]۔

موصوف نے یہ بات بیس والی روایت کو دو کتابوں سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

✪ حدیث مذکور صحیح حدیث کے خلاف اوربالاتفاق مردودھے:

بعض لوگ بے بسی میں یہ توتسلیم کر لیتے ہیں کہ حدیث مذکورضعیف ہے لیکن پھر کہتے ہیں کہ اسے تلقی بالقبول حاصل ہے اس لئے یہ حدیث ضعیف ہونے کے باوجود مقبول ہے۔

عرض ہے کہ یہ دعویٰ سراسر جھوٹ ہے کہ اس حدیث کوتلقی بالقبول حاصل ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس حدیث کوامت نے قبول کرنے کے بجائے صحیح حدیث کے خلاف بتلاکر رد کردیا ہے، ملاحظہ ہوں چند حوالے:

✪ امام بوصیری رحمہ اللہ (المتوفی:۸۴۰ھ) نے کہا:

وَمَدَارُ أَسَانِيدِهِمْ عَلَى إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ أَبِي شَيْبَةَ، وَهُوَ ضَعِيفٌ، وَمَعَ ضَعْفِهِ مُخَالِفٌ لِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ قَالَت: كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ ثلاث عشرة ركعة منها ركعتى الْفَجْرِ. [إتحاف الخيرة المهرة للبوصيري:۔۲/۳۸٤]۔

✪ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا:

وأما ما رواه بن أبي شيبة من حديث بن عباس كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر فإسناده ضعيف وقد عارضه حديث عائشة هذا الذي في الصحيحين مع كونها أعلم بحال النبي صلى الله عليه وسلم ليلا من غيرها. [فتح الباري لابن حجر:۔٤/۲٥٤]۔

✪ امام سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی:۹۱۱ھ) نے کہا:

مَعَ تَصْرِيحِ الْحَافِظَيْنِ الْمَذْكُورَيْنِ نَقْلًا عَنِ الْحُفَّاظِ بِأَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ مِمَّا أُنْكِرَ عَلَيْهِ، وَفِي ذَلِكَ كِفَايَةٌ فِي رَدِّهِ، وَهَذَا أَحَدُ الْوُجُوهِ الْمَرْدُودِ بِهَا. [الحاوي للفتاوي :۔۱/٤١٤]۔

✪ حنفیوں کے امام زیلعی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۶۲ھ) نے کہا:

وَهُوَ مَعْلُولٌ، بِأَبِي شَيْبَةَ إبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ، جَدِّ الْإِمَامِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ، وَهُوَ مُتَّفَقٌ عَلَى ضَعْفِهِ، وَلَيَّنَهُ ابْنُ عَدِيٍّ فِي "الْكَامِلِ"، ثُمَّ إنَّهُ مُخَالِفٌ لِلْحَدِيثِ الصَّحِيحِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ، كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟، قَالَتْ: مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ، وَلَا فِي غَيْرِهِ، عَلَى إحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً. [نصب الراية للزيلعي:۔۲/۱٥۳]۔

✪ حنفیوں کے امام ابن الہمام الحنفی (المتوفی:۸۶۱ھ) نے کہا:

وَأَمَّا مَا رَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهِ وَالطَّبَرَانِيُّ وَعِنْدَ الْبَيْهَقِيِّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرِ فَضَعِيفٌ بِأَبِي شَيْبَةَ إبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ جَدِّ الْإِمَامِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ مُتَّفَقٌ عَلَى ضَعْفِهِ مَعَ مُخَالَفَتِهِ لِلصَّحِيحِ. [فتح القدير للكمال ابن الهمام:۔۱/٤٦٧]۔

✪ ابوالطیب محمد بن عبدالقادر سندی حنفی نے کہا:

وورد عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر ، رواه ابن ابي شيبة و اسناده ضعيف وقد عارضه حديث عائشة هذا وهو في الصحيحين فلا تقوم به الحجة. [شرح الترمذي:۔ج:۱ ص:٤۲۳]۔

✪ حدیث مذکور موضوع (من گھڑت) ھے:

مذکورہ حدیث کے مردود ہونے پر تو اہل علم کا اتفاق ہے لیکن یہ حدیث مردود ہونے میں کس درجہ کی ہے اس بابت اہل فن کے اقوال مختلف ہیں کسی نے اسے ضعیف کہا تو کسی نے ضعیف جدا کہا تو کسی نے معلول کہا تو کسی نے منکر کہا اورعلامہ البانی رحمہ اللہ نے موضوع کہا اوریہی آخری بات ہی راجح ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان نامی جھوٹا راوی موجود ہے۔

✪ امام شعبۃ بن الحجاج رحمہ اللہ (المتوفی:۱۶۰ھ) نے کہا:

كذب والله. [العلل ومعرفة الرجال :۔۱/۲۸۷ واسناده صحيح]۔

✪ حنفیوں کے علامہ عینی الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۵ھ) نے امام شعبہ کی اس جرح کو برضاء ورغبت نقل کرتے ہوئے کہا:

كذبه شعبة وضعفه احمد وابن معين والبخاري والنسائي وغيرهم و اورد له ابن عدى هذا الحديث في الكامل في مناكيره. [عمدة القاري:۔ج:۱۱،ص:۱۸۲]۔

✪ امام سیوطی رحمہ اللہ نے بھی امام شعبہ رحمہ اللہ کی اس جرح کو برضاء وتسلیم نقل کرتے ہوئے کہا:

وَمَنْ يُكَذِّبُهُ مِثْلُ شُعْبَةَ فَلَا يُلْتَفَتُ إِلَى حَدِيثِهِ. [الحاوی للفتاوی:۔ ۴۱۴/۱]۔

❁ امام شعبہ رحمہ اللہ کی تکذیبِ ابراھیم بن عثمان سے متعلق دو شبھات کا ازالہ:

☆ پھلا شبہ:

کہا جاتا ہے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ نے ابراہیم بن عثمان کو جو جھوٹا کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ابراہیم بن عثمان نے الحکم سے یہ روایت بیان کی کہ جنگ صفین میں ستر بدری صحابہ نے شرکت کی، لیکن امام شعبہ رحمہ اللہ نے خود الحکم سے اس موضوع پر مذاکرہ کیا تو الحکم کے ساتھ اس مذاکرہ میں خزیمہ بن ثابت کے علاوہ کسی اور کی شرکت معلوم نہ ہوسکی۔ حالانکہ یہ معروف بات ہے کہ جنگ صفین میں متعدد صحابہ نے شرکت کی۔

اسی لئے امام ذہبی رحمہ اللہ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:

قلت: سبحان الله، أما شهدها علي! أما شهدها عمار. [میزان الاعتدال للذهبی:۔ ۴۷/۱]۔

عرض ہے جنگ صفین میں کتنے لوگ شریک تھے اصل مسئلہ یہ نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ الحکم نے کتنی تعداد بتلائی ہے۔

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۹۰ھ) نے کہا:

حَدثنِي أبي قَالَ حَدثنَا أُمَيّة بن خَالِد قَالَ قلت لشعبة أَن أَبَا شيبَة حَدثنَا عَن الحكم عَن عبد الرَّحْمَن بن أبي ليلى أَنه قَالَ شهد صفّين من أهل بدر سَبْعُونَ رجلا قَالَ كذب وَالله لقد ذاكرت الحكم ذَاك وَذَكَرْنَاهُ فِي بَيته فَمَا وجدنَا شهد صفّين أحد من أهل بدر غير خُزَيْمَة بن ثَابت. [العلل ومعرفة الرجال لأحمد رواية ابنه عبد الله :۔ ۲۸۷/۱ واسناده صحیح]۔

یعنی ابراہیم بن عثمان نے الحکم کے حوالہ سے ستر کی تعداد بتلائی لیکن امام شعبہ نے الحکم سے مذاکرہ کیا تو الحکم کو صرف ایک ہی صحابی کے شرکت کی بات معلوم تھی۔

یعنی امام شعبہ رحمہ اللہ نے ابراہیم بن عثمان کو اصحاب صفین کی تعداد نقل کرنے میں جھوٹا نہیں کہا، بلکہ یہ تعداد الحکم کے حوالہ سے نقل کرنے پر جھوٹا کہا کیونکہ الحکم کو اس تعداد کا علم ہی نہیں تھا۔

اس سے ثابت ہوا کہ ابراہیم بن عثمان نے الحکم پر جھوٹ بولا۔

رہا امام ذہبی رحمہ اللہ کا اظہار تعجب تو محض الحکم کی معلومات پر ہے، یعنی امام ذہبی رحمہ اللہ اس بات پر حیرت کا اظہار کررہے ہیں کہ الحکم کو اصحاب صفین میں سے صرف ایک ہی نام کا علم کیسے رہا جبکہ اور لوگ بھی اس میں شریک تھے، یعنی امام ذہبی رحمہ اللہ کا اظہار تعجب الحکم کی معلومات پر ہے نہ کہ ابراہیم بن عثمان کو جھوٹا کہے جانے پر، ایسی صورت میں امام ذہبی رحمہ اللہ کا یہ اظہار تعجب تو ابراہیم بن عثمان کے کذاب ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جس شخص کو صرف ایک صحابی کی شرکت معلوم ہو، عین اسی شخص سے ستر صحابہ کی شرکت نقل کرنا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

اگر کوئی کہے کہ مذاکرہ میں الحکم نے یہ تو نہیں کہا کہ میں نے ابراہیم سے یہ تعداد نہیں بیان کی۔

تو عرض ہے کہ مذاکرہ میں الحکم کے سامنے اس بات کا تذکرہ ہی کہاں ہوا کہ ان کے حوالے سے ابراہیم بن عثمان ستر صحابہ کی شرکت بیان کررہا ہے، مذاکرہ تو اس بات پر تھا کہ جنگ صفین میں کتنے بدری صحابہ نے شرکت کی، اور اس مذاکرہ میں خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور نام سامنے نہ آسکا، تو اسی بات کو امام شعبہ رحمہ اللہ نے دلیل بنایا ہے کہ جب الحکم کو صرف ایک ہی صحابی کا نام معلوم تھا تو انہی کے حوالہ سے ابراہیم بن عثمان نے ستر صحابہ کا نام کیسے بتادیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابراہیم بن عثمان نے الحکم پر جھوٹ بولا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: علامہ نذیر احمد الاملوی رحمہ اللہ کی کتاب (انوار المصابیح :۔ص:۱۷۳، ۱۷۷)۔

☆ دوسرا شبہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کذب کا اطلاق غلطی پر بھی ہوتا ہے لہٰذا امام شعبہ نے جو کذب کی بات کہی ہے وہ غلطی کرنے کے معنی میں ہے۔

عرض ہے کہ:

اول: تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہ ابراہیم بن عثمان کو کثیر الغلط کے معنی میں کذاب کہا گیا ہے، کیونکہ مطلقاً جب کسی کے کذب کی بات کہی جائے تو حقیقی معنی ہی مراد ہوگا الا یہ کہ کوئی قرینہ مل جائے، اور یہاں کوئی قرینہ نہیں۔

دوم: امام شعبہ رحمہ اللہ کے دیگر اقوال اس بات پر زبردست شاہد ہیں کہ انہوں نے ابراہیم بن عثمان کو حقیقی معنوں میں جھوٹا قرار دیا ہے۔

چنانچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۳ھ) نے کہا:

أخبرنا محمد بن أحمد بن رزق، أخبرنا جعفر بن محمد بن نصير الخالدی، حدثنا محمد بن عبد الله بن سليمان الحضرمی، حدثنا محمد بن موسی، حدثنا المثنی هو ابن معاذ -حدثنا أبی قال: كتبت إلی شعبة وهو ببغداد أسأله عن أبی شيبة القاضی أروی عنه؟ قال: فكتب إلی: لا ترو عنه فإنه رجل مذموم، وإذا قرأت كتابی فمزقه. [تاریخ بغداد:۔۱۱۰/٦ واسناده صحیح واخرجه ایضا ابن حبان فی المجروحین:۔۱۰٤/۱ من طریق المثنی به]۔

امام شعبہ رحمہ اللہ کے اس قول میں غور کیجئے اس میں امام شعبہ، ابراہیم کو برا آدمی کہہ رہے ہیں، غور کریں کہ اگر امام شعبہ کی نظر میں ابراہیم بن عثمان دیندار شخص ہوتا اور اس کے تعلق سے امام شعبہ نے کذب، غلطی کے معنی میں استعمال کیا ہوتا تو اسے رجل مذموم برا آدمی نہ کہتے۔ معلوم ہوا کہ امام شعبہ رحمہ اللہ نے حقیقی معنی میں کذب کا اطلاق کیا ہے۔

یاد رہے کہ کچھ لوگ ابراہیم بن عثمان کے دفاع میں امام ابن عدی اور یزید بن ہارون کا قول بھی پیش کرتے ہیں، اس کی پوری وضاحت اوپر کی جا چکی ہے۔

معلوم ہوا کہ اس روایت میں موجود ابوشیبہ، ابراہم بن عثمان نامی راوی پر جھوٹ بولنے کی جرح ہے اور اس کا جھوٹ بولنا ثابت بھی ہے لہٰذا اس کی بیان کردہ یہ روایت موضوع ومن گھڑت ہے۔

دوسری مرفوع روایت
(حدیث جابرؓ)

ابو القاسم حمزۃ بن یوسف بن ابراہیم السہمی القرشی الجرجانی (المتوفی:۴۲۷ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ الْقَصْرِيُّ الشَّيْخُ الصَّالِحُ رَحِمَهُ اللَّهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ الْعَبْدُ الصَّالِحُ قَالَ أَخْبَرَنِی مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحناز عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَتِيكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَرَجَ النبی صلی اللَّه عليه وسلم ذَاتَ لَيْلَةٍ فِی رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسُ أَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ رَكْعَةً وَأَوْتَرَ بِثَلَاثَةٍ. [تاریخ جرجان:۔ص:۳۱۷]۔

یعنی جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رمضان میں ایک رات اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگوں کو چوبیس رکعات تراویح اور ایک رکعت وتر پڑھائی۔

یہ روایت موضوع ومن گھڑت ہے اس میں درج ذیل علتیں ہیں۔

پہلی علت:

عبدالرحمٰن بن عطاء بن ابی لبیۃ:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵٦ھ) نے کہا:

فيه نَظَرٌ. [التاريخ الكبير للبخاری:۔۳۳٦/۵]۔

امام ابوزرعۃ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲٦۴ھ) نے کہا:

عبد الرحمن بن عطاء. [الضعفاء لابی زرعه الرازی:۔٦۳۳/۲]۔

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی:۴٦۳ھ) نے کہا:

ممن لا يحتج به فيما ينفرد به فكيف فيما خالفه فيه من هو أثبت منه. [الاستذكار:۔۸۳/٤]۔

نیز کہا:

ليس عندهم بذلک وترک مالک الرواية عنه وهو جاره وحسبک بهذا. [التمهيد لابن عبد البر:۔۲۲۸/۱۷]۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۹۷ھ) نے کہا:

أدخله البخاری فی الضعفاء وقال الرازی يحول من هناک. [الضعفاء والمتروكين لابن الجوزی:۔۹۷/۲]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا:

صدوق فيه لين. [تقريب التهذيب لابن حجر:۔رقم:۳۹۵۳]۔

تحریر التقریب کے مؤلفین (دکتور بشار عواد اور شعیب ارنؤوط) نے کہا:

ضعيف يعتبر به. [تحرير التقريب:۔رقم:۳۹۵۳]۔

دوسری علت:

عمر بن ہارون:

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (المتوفی:۱۹۸ھ) نے کہا:

لَمْ تكن لَهُ قيمة عندی. [الكامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی:۔۵۷/٦ واسناده صحیح]۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۰ھ) نے کہا:

تَرَكوا حَديثه. [الطبقات الكبير لابن سعد:۔۳۷۸/۹]۔

۞ امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۳ھ) نے کہا:

عمر بن هارون كذاب. [الجرح والتعديل لابن أبي حاتم:۔۱٤١/٦ واسناده صحيح]۔

۞ امام ابن حبان نے ابن معین کی تائید کرتے ہوئے کہا:

والمناكير في روايته تدل على صحة ما قال يحيى بن معين فيه. [المجروحين لابن حبان:۔۹۱/۲]۔

۞ امام صالح بن محمد جزرۃ رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے۔

كان كذابا. [تاريخ بغداد للخطيب البغدادى:۔۱۳/۱۵ واسناده ضعيف]۔

۞ امام ابن المبارک رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے۔

هو كذاب. [تاريخ بغداد للخطيب البغدادى:۔۱۳/۱۵ واسناده ضعيف]۔

نوٹ:-امام صالح بن محمد اور ابن مبارک رحمہما اللہ کے اقوال کی سند ضعیف ہے لیکن ابن معین رحمہ اللہ کا قول بسند صحیح ثابت ہے اور ابن حبان نے بھی ان کی تائید کی ہے۔

۞ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی:۲۴۱ھ) نے کہا:

لا اروى عنه شيئا. [الجرح والتعديل لابن أبي حاتم:۔١٤١/٦]۔

۞ امام جوزجانی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۹ھ) نے کہا:

عمر بن هارون: لم يقنع الناس بحديثه. [أحوال الرجال للجوزجانى:۔ص:۳٥٥]۔

۞ امام عجلی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۶۱ھ) نے کہا:

عمر بن هارون بن يزيد الثقفي ضعيف. [تاريخ الثقات للعجلى:۔۱۷۱/۲]۔

۞ امام ابوزرعۃ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۔۲۶۴ھ) نے کہا:

الناس تركوا حديثه. [الجرح والتعديل لابن أبي حاتم:۔١٤١/٦]۔

۞ امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۷ھ) نے کہا:

ضعيف الحديث. [الجرح والتعديل لابن أبي حاتم:۔١٤١/٦]۔

۞ امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۰۳ھ) نے کہا:

عُمَر بن هَارُون الْبَلْخِي مَتْرُوك الحَدِيث بَصرِي. [الضعفاء والمتروكون للنسائى:۔ص:۸٤]۔

۞ امام عقیلی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۲۲ھ) نے کہا:

عمر بن هارون البلخى. [الضعفاء الكبير للعقيلى:۔۱۹٤/۳]۔

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ) نے کہا:

كان ممن يروى عن الثقات المعضلات ويدعى شيوخا لم يرهم. [المجروحين لابن حبان:۔۹۰/۲]۔

۞ امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۸۵ھ) نے کہا:

عمر بن هارون البلخي، ضعيف. [كتاب الضعفاء والمتروكين للدارقطنى:۔ص:١٦]۔

۞ امام ابونعیم رحمہ اللہ (المتوفی:۴۳۰ھ) نے کہا:

عمر بن هَارُون الْبَلْخِي عَن بن جريج وَالْأَوْزَاعِيّ وَشعْبَة الْمَنَاكِير لَا شَيْء. [الضعفاء لأبى نعيم:۔ص:۱۱۳]۔

۞ امام ابن القیسرانی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۰۷ھ) نے کہا:

عمر بن هارون البخلي ليس بشيء في الحديث. [معرفة التذكرة لابن القيسرانى:۔ص:۱۷٦]۔

۞ امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) نے کہا:

واه اتهمه بعضهم. [الكاشف للذهبى:۔۷۰/۲]۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا:

متروك وكان حافظا. [تقريب التهذيب لابن حجر:۔رقم:٤٩٧٩]۔

۞ تیسری علت:

محمد بن حمید الرازی۔

۞ امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۶ھ) نے کہا:

فِيهِ نَظَرٌ. [التاريخ الكبير للبخارى:۔٦٩/١]۔

۞ امام جوزجانی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۵۹ھ) نے کہا:

محمد بن حميد الرازى: كان ردىء المذهب، غير ثقة. [احوال الرجال للجوزجانى:۔ص:۳٥٠]۔

۞ ابوحاتم محمد بن ادریس الرازی، (المتوفی:۲۷۷ھ) نے کہا:

هذا كذاب. [الضعفاء لابى زرعه الرازى:۔۷۳۹/۲]۔

۞ امام عقیلی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۲۲ھ) نے اسے ضعفاء میں ذکر کیا:

محمد بن حميد الرازى... [الضعفاء الكبير للعقيلى:۔٦١/٤]۔

۞ امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ) نے کہا:

كان ممن ينفرد عن الثقات بالأشياء المقلوبات. [المجروحين لابن حبان:۔۳۰۳/۲]۔

۞ امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۴۸ھ) نے کہا:

وثقه جماعة والاولى تركه. [الكاشف للذهبى:۔۱٦٦/۲]۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۲ھ) نے کہا:

محمد بن حمید بن حیان الرازی حافظ ضعیف. [تقریب التھذیب لابن حجر:۔رقم:٥٨٣٤]۔

✿ خان بادشاہ بن چاندی گل دیوبندی لکھتے ہیں:

کیونکہ یہ کذاب اوراکذب اورمنکرالحدیث ہے۔(القول المبین فی اثبات التراویح العشرین والرد علی الالبانی المسکین:۔ص:۳۳۴)۔

نیز دیکھئے رسول اکرم کا طریقہ نماز از مفتی جمیل صفحہ ۳۰۱۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت موضوع اورمن گھڑت ہے۔

جابررضی اللہ عنہ کی صحیح روایت:

جابر رضی اللہ عنہ سے منقول مذکورہ روایت موضوع اورمن گھڑت ہونے کے ساتھ ساتھ، جابررضی اللہ عنہ ہی سے منقول صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے، کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعات تراویح پڑھائی، چنانچہ:

امام بن خزیمۃ رحمہ اللہ (المتوفی:۳۱۱ھ) نے کہا:

نـا مُـحَـمَّـدُ بْـنُ الْـعَلَاءِ بْـنِ كُرَيْبٍ، نا مَالِكٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْـمَـاعِيلَ، نا يَعْقُوبُ، ح وَثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعِجْلِيُّ، نا عُبَيْـدُ الـلَّـهِ يَـعْـنِـي ابْـنَ مُوسَى، نا يَعْقُوبُ وهو ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْـقُـمِّـيُّ، عَـنْ عِيسَى بْنِ جَارِيَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: صَـلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ ثَمَانِ رَكَـعَاتٍ وَالْوِتْرَ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْقَابِلَةِ اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَـوْنَـا أَنْ يَـخْـرُجَ إِلَيْـنَـا، فَـلَـمْ يَـزَلْ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى أَصْبَـحْـنَـا، فَـدَخَـلْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَـقُـلْـنَـا لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، رَجَوْنَا أَنْ تَخْرُجَ إِلَيْنَا فَتُصَلِّيَ بِنَا، فَـقَـالَ: كَـرِهْـتُ أَنْ يُـكْتَـبَ عَلَيْكُمُ الْوِتْـرُ. [صحیح ابن خزیمۃ:۔۱۳۸/۲ رقم: ۱۰۷۰]۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعات تراویح اوروتر پڑھائی پھراگلی بارہم مسجد میں جمع ہوئے اور یہ امید کی کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس (امامت کے لئے) آئیں گے یہاں تک کہ صبح ہوگئی، پھراللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں امید تھی کہ آپ ہمارے پاس آئیں گے اورامامت کرائیں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے خدشہ ہوا کہ وترتم پرفرض نہ کردی جائے۔

✿ قسم ثانی: موقوف روایات

بیس رکعات تراویح سے متعلق پیش کردہ احادیث کی دوسری قسم موقوف روایات ہیں، یعنی وہ روایات جوصرف صحابہ کی طرف منسوب ہیں، یہ کل پانچ صحابہ کرام ہیں۔

- ✿ عمر بن الخطاب رضی اللہ پر موقوف روایت۔
- ✿ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت۔
- ✿ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت۔
- ✿ ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت۔
- ✿ عبدالرحمن بن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت۔

✿ پہلی موقوف روایت

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت:

یہ روایت تین طرق سے مروی ہے:

✿ پہلا طریق : از ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

امام ضیاء المقدسی رحمہ اللہ (المتوفی:۶۴۳ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو عبدالله محمود بن أحمد بن عبدالرحمن الثقفي بأصبهان أن سعيد بن أبي الرجاء الصيرفي أخبرهم قراءة عليه أنا عبدالواحد بن أحمد البقال أنا عبيدالله بن يعقوب بن إسحاق أنا جدي إسحاق بن إبراهيم بن محمد بن جميل أنا أحمد بن منيع أنا الحسن بن موسى نا أبو جعفر الرازي عن الربيع بن أنس عن أبي العالية عن أبي بن كعب أن عمر أمر أبيا أن يصلي بالناس في رمضان فقال إن الناس يصومون النهار ولا يحسنون أن (يقرؤا) فلو قرأت القرآن عليهم بالليل فقال يا أمير المؤمنين هذا (شيء) لم يكن فقال قد علمت ولكنه أحسن فصلى بهم عشرين ركعة. [الأحاديث المختارة للضياء المقدسي:۔۸٦/۲]۔

یہ روایت ضعیف ہے، سند میں موجود "**ابو جعفر الرازی**" "**سیّئ الحفظ**" ہے۔

✿ امام ابوزرعۃ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۶۴ھ) نے کہا:

شيخ يهم كثيرا. [الضعفاء لابی زرعه الرازی:۔٤٤٣/۲]۔

✿ امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی:۳۵۴ھ) نے کہا:

كان ممن ينفرد بالمناكير عن المشاهير لا يعجبني

الاحتجاج بخبره إلا فيما وافق الثقات.[المجروحين لابن حبان:۔۱۲۰/۲]۔

تنبیہ بلیغ:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۵ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَكَانَ يُصَلِّي لَهُمْ عِشْرِينَ لَيْلَةً، وَلَا يَقْنُتُ بِهِمْ إِلَّا فِي النِّصْفِ الْبَاقِي، فَإِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ تَخَلَّفَ فَصَلَّى فِي بَيْتِهِ، فَكَانُوا يَقُولُونَ أَبَقَ أُبَيٌّ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الَّذِي ذُكِرَ فِي الْقُنُوتِ لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَهَذَانِ الْحَدِيثَانِ يَدُلَّانِ عَلَى ضَعْفِ حَدِيثِ أُبَيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ. [سنن أبي داؤد:۔۱/۵٤۰ رقم:۱٤۲۹]۔

اس روایت میں بیس رات کا ذکر ہے لیکن کچھ لوگوں نے اس میں تحریف کر کے اسے بیس رکعت بنالیا، لیکن بہرصورت یہ روایت ضعیف ہی ہے کیونکہ حسن بصری کی ملاقات عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نہیں نیز وہ مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۵ھ) نے کہا:

أن فيه انقطاعا، فإن الحسن لم يدرك عمر بن الخطاب.[شرح ابی داؤد للعینی:۔۵/۳٤۳]۔

دوسرا طریق: از سائب بن یزید رضی اللہ عنہ:

اس طریق سے تین لوگوں نے روایت کیا ہے:

☆ **پہلی روایت: از حارث بن عبدالرحمان:**

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی:۲۱۱ھ) نے کہا:

عَنِ الْأَسْلَمِيِّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كُنَّا نَنْصَرِفُ مِنَ الْقِيَامِ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ، وَقَدْ دَنَا فُرُوعُ الْفَجْرِ، وَكَانَ الْقِيَامُ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ ثَلَاثَةً وَعِشْرِينَ رَكْعَةً.[مصنف عبد الرزاق:۔٤/۲٦۱]۔

یہ روایت موضوع ہے تفصیل کے لئے دیکھئے مضمون: آٹھ (۸) رکعات تراویح سے متعلق روایت موطا امام مالک کی تحقیق اور شبہات کا ازالہ: اہل السنہ، رمضان نمبر ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء۔

☆ **دوسری روایت: از یزید بن خصیفہ:**

علی بن الجعد بن عبید البغدادی (المتوفی:۲۳۰ھ) نے کہا:

أَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً، وَإِنْ كَانُوا لَيَقْرَءُونَ بِالْمِئِينَ مِنَ الْقُرْآنِ.[مسند ابن الجعد:۔ص:٤۱۳]۔

یہ روایت شاذ ہے تفصیل کے لئے دیکھئے مضمون: آٹھ (۸) رکعات تراویح سے متعلق روایت موطا امام مالک کی تحقیق اور شبہات کا ازالہ: اہل السنہ، رمضان نمبر ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء۔

☆ **تیسری روایت: از محمد بن یوسف:**

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی:۲۱۱ھ) نے کہا:

عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، وَغَيْرِهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، "أَنَّ عُمَرَ: جَمَعَ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَعَلَى تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَلَى إِحْدَى وَعِشْرِينَ رَكْعَةً يَقْرَءُونَ بِالْمِئِينَ وَيَنْصَرِفُونَ عِنْدَ فُرُوعِ الْفَجْرِ".[مصنف عبد الرزاق:۔٤/۲٦۰]۔

یہ روایت ضعیف ومنکر ہے تفصیل کے لئے دیکھئے مضمون: آٹھ (۸) رکعات تراویح سے متعلق روایت موطا امام مالک کی تحقیق اور شبہات کا ازالہ: اہل السنہ، رمضان نمبر ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء۔

تیسرا طریق: از محذوف راوی:

اس طریق سے تین لوگوں نے روایت کیا ہے:

☆ **پہلی روایت: از یزید بن رومان:**

امام مالک رحمہ اللہ (المتوفی:۱۷۹ھ) نے کہا:

عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ أَنَّهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً.[موطأ مالك ت عبد الباقي:۔۱/۱۱۵]۔

یہ روایت منقطع ہے یزید بن رومان نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۸ھ) نے کہا:

وَيَزِيدُ بْنُ رُومَانَ لَمْ يُدْرِكْ عُمَرَ.[نصب الراية للزيلعي:۔۲/۱۵٤ نقله من كتابه معرفة السنن والآثار]۔

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۵۵ھ) نے کہا:

قَالَ الْبَيْهَقِيّ: وَالثَّلَاث هُوَ الْوتر، وَيزِيد لم يدْرك عمر فَفِيهِ انْقِطَاع. [عمدة القاري شرح صحيح البخاري:۔۲٦٧/٥]۔

عینی موصوف نے اسی کتاب میں دوسرے مقام پر اس روایت کو منقطع قرار دیتے ہوئے کہا:

رَوَاهُ مَالک فِي (الْمُوَطَّأ) بِإِسْنَاد مُنْقَطع. [عمدة القاري شرح صحيح البخاري:۔١٢٧/١١]۔

❁ نیموی حنفی اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں:

يزيد بن رومان لم يدرك عمر بن الخطاب. [آثارالسنن:۔٢٥٣]۔

☆ **دوسری روایت: از یحییٰ بن سعید:**

امام ابن ابی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۵ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً. [مصنف ابن أبي شيبة:۔١٦٣/٢رقم:٧٦٨٢]۔

یہ روایت بھی منقطع ہے یحییٰ بن سعید نے عمر بن الخطاب کو نہیں پایا ہے۔

❁ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۳۴ھ) نے کہا:

لا أعلمه سمع من صحابي غير أنس. [تهذيب التهذيب:۔١٩٥/١١ نقله من كتابه العلل]۔

❁ امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۶ھ) نے کہا:

وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَلَمْ يُولَدْ إِلَّا بَعْدَ مَوْتِ عُمَرَ بِنَحْوِ خَمْسٍ وَعِشْرِينَ سَنَةً. [المحلى لابن حزم:۔٢٠٧/٩]۔

❁ نیموی حنفی اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں:

يحيىٰ بن سعد الانصاري لم يدرك عمر. [آثارالسنن:۔٢٥٣]۔

یعنی یحییٰ بن سعید نے عمر فاروق کا زمانہ نہیں پایا۔

☆ **تیسری روایت: از محمدبن کعب القرضی:**

امام مروزی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۹۴ھ) نے کہا:

وقال محمد بن كعب القرظي : كان الناس يصلون في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه في رمضان عشرين ركعة يطيلون فيها القراءة ويوترون بثلاث. [قيام رمضان لمحمد بن نصر المروزي:۔ص:٢١]۔

یہ روایت بھی منقطع ہے محمد بن کعب القرظی نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

محمد بن کعب القرظی کی وفات ۱۲۰ ہجری میں ہوئی اور انہوں نے ۸۰ سال کی عمر پائی دیکھئے۔ (تہذیب الکمال للمزی:۳۴۷/۲۶)۔

اس حساب سے موصوف کی تاریخ پیدائش ۴۰ ہجری ہے۔

اور اس سے قبل عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۳ ہجری میں ہی ہو چکی ہے۔

❁ دوسری موقوف روایت

(علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت)

یہ روایت دو طریق سے مروی ہے:

❁ پہلا طریق: ابوعبدالرحمان السلمی:

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۵۸ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو الحسن بن الفضل القطان ببغداد أنبأ محمد بن أحمد بن عيسى بن عبدك الرازي ثنا أبو عامر عمرو بن تميم ثنا أحمد بن عبد الله بن يونس ثنا حماد بن شعيب عن عطاء بن السائب عن أبي عبد الرحمن السلمي عن علي رضي الله عنه قال :دعا القراء في رمضان فأمر منهم رجلا يصلي بالناس عشرين ركعة قال وكان علي رضي الله عنه يوتر بهم وروي ذلك من وجه آخر عن علي. [السنن الكبرى للبيهقي:۔٤٩٦/٢]۔

یہ روایت سخت ضعیف ہے اس میں درج ذیل علتیں ہیں:

❁ **پہلی علت:**

عطاء بن السائب اخیر میں مختلط ہو گئے تھے اور ان سے یہ روایت اختلاط کے بعد نقل کی گئی ہے کیونکہ اختلاط سے قبل جن رواۃ نے ان سے روایت کی ہے ان کی فہرست میں حماد بن شعیب کا نام نہیں، جیسا کہ اہل فن نے صراحت کی ہے، چنانچہ:

❁ امام طحاوی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۲۱ھ) نے کہا:

وَإِنَّمَا حَدِيثُهُ الَّذِي كَانَ مِنْهُ قَبْلَ تَغَيُّرِهِ يُؤْخَذُ مِنْ أَرْبَعَةٍ لَا مِمَّنْ سِوَاهُمْ، وَهُمْ شُعْبَةُ، وَالثَّوْرِيُّ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ. [شرح مشكل الآثار:۔٢٩٣/٦]۔

امام زیلعی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۶۲ھ) نے کہا:

جَمِيعُ مَنْ رَوَى عَنْهُ رَوَى عَنْهُ فِي الِاخْتِلَاطِ، إِلَّا شُعْبَةَ، وَسُفْيَانَ. [نصب الراية للزيلعي:۔۳/ ۵۸]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ) نے کہا:

من مشاهير الرواة الثقات إلا أنه اختلط فضعفوه بسبب ذلك وتحصل لي من مجموع كلام الأئمة أن رواية شعبة وسفيان الثوري وزهير بن معاوية وزائدة وأيوب وحماد بن زيد عنه قبل الاختلاط وأن جميع من روى عنه غير هؤلاء فحديثه ضعيف لأنه بعد اختلاطه. [مقدمة فتح الباري:۔ص: ٤٢٤]۔

دوسری علت:

اس کی سند میں موجود حماد بن شعیب پر محدثین نے سخت جرح کی ہے مثلاً:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶ھ) نے کہا:

حماد بن شعيب التميمي أبو شعيب الحماني عن أبي الزبير يعد في الكوفيين فيه نظر. [التاريخ الكبير للبخاري:۔۳/ ۲۵]۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا فیہ نظر کہنا سخت جرح ہے۔

امام ابوزرعۃ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۶۴ھ) نے کہا:

واهي الحديث حدث عن أبي الزبير وغيره بمناكير. [الضعفاء لابی زرعه الرازی:۔۲/ ۴۳۶]۔

اس کے علاوہ اور بھی محدثین نے حماد بن شعیب پر جرح کی ہے۔

نیز نیموی حنفی فرماتے ہیں:

قلت: حماد بن شعيب ضعيف. [آثار السنن: ۷۸۵]۔

دوسرا طریق: از ابوالحسناء:

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۵۸ھ) نے کہا:

أنبأ أبو عبد الله بن فنجويه الدينوري ثنا أحمد بن محمد بن إسحاق بن عيسى السني أنبأ أحمد بن عبد الله البزاز ثنا سعدان بن يزيد ثنا الحكم بن مروان السلمي أنبأ أبو الحسن بن علي بن صالح عن أبي سعد البقال عن أبي الحسناء: أن علي بن أبي طالب أمر رجلا أن يصلي بالناس خمس ترويحات عشرين ركعة وفي هذا الإسناد ضعف والله أعلم. [السنن الكبرى للبيهقي:۔۲/ ۴۹۷]۔

یہ روایت بھی ضعیف ہے کیونکہ ابوالحسناء مجہول ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ) نے کہا:

أبو الحسناء بزيادة ألف قيل اسمه الحسن وقيل الحسين مجهول. [تقريب التهذيب لابن حجر:۔۱/ ۵۴۱]۔

مزید یہ کہ علی رضی اللہ عنہ سے اس کی ملاقات کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے۔

نیز نیموی حنفی اس روایت کے ضعیف ہونے کی دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلت: ومدار هذا الاثر على ابى الحسناء وهو لايعرف. [آثار السنن:۔۷۸۵]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ) نے کہا:

روى عن الحكم بن عتيبة عن حنش عن علي في الأضحية. [تهذيب التهذيب :۔۱۲/ ۷۹]۔

یعنی اس نے دوسرے مقام پر دو واسطوں سے علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کیا ہے اور زیرنظر روایت میں اس نے سماع کی صراحت نہیں کی ہے لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اس صراحت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے اس کی ملاقات نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

تنبیہ:

امام ابن ابی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۵ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي الْحَسْنَاءِ، أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً. [مصنف ابن أبي شيبة :۔۲/ ۱۶۳ رقم: ۷۶۸۱]۔

اگر کتابت کی غلطی نہیں ہے تو ابن ابی الحسناء بھی نامعلوم ہے۔

تنبیہ بلیغ:

بعض لوگ علی رضی اللہ عنہ ہی کی طرف منسوب بیس رکعت والی ایک روایت شیعوں کی کتاب مسند الامام زید بن علی :۔ص: ۱۵۸ سے نقل کرتے ہیں۔

عرض ہے کہ اس کے جواب میں صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ یہ شیعوں کی کتاب ہے اہل سنت کی نہیں، مزید یہ کہ اس کتاب کا بنیادی راوی ابوخالد عمرو بن خالد الواسطی کذاب ہے۔

تیسری موقوف روایت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت:

امام مروزی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۹۴ھ) نے کہا:

أخبرنَا يحيى بن يحيى أخبرنَا حَفْص بن غياث عَن الْأَعْمَش عَن زيد بن وهب، قَال: (كَانَ عبد الله بن مَسْعُود يُصَلِّي لنا فِي شهر رَمَضَان) فَيَنْصَرِف وَعَلِيهِ ليل، قَالَ الْأَعْمَش: كَانَ يُصَلِّي عشْرين رَكْعَة ويوتر بِثَلَاث). [قيام الليل للمروزی بحواله عمدة القاری شرح صحيح البخاری:۔ ۱۱/۱۲۷]۔

یہ روایت ضعیف ہے اس میں درج ذیل تین علتیں ہیں:

پہلی علت:

یہ روایت منقطع ہے، سلیمان بن مہران الاعمش نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا بلکہ موصوف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۲ ہجری میں ہوئی ہے۔

چنانچہ:

امام ابونعیم رحمہ اللہ (المتوفی:۴۳۰ھ) نے کہا:

تُوُفِّيَ سَنَةَ اثْنَتَيْنِ وَثَلَاثِينَ بِالْمَدِينَةِ. [معرفة الصحابة لأبی نعيم:۔ ۴/۱۷۶۷]۔

اور سلیمان بن مہران الاعمش کی تاریخ پیدائش ۶۰ ہجری ہے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی:۴۶۳ھ) نے کہا:

أخبرنی ابن الفضل، قال: أخبرنا دعلج بن أحمد، قال: أخبرنا أحمد بن علی الأبار، قال: حدثنا أبو عمار، قال: يعنی: الحسين بن حريث، قال: سمعت أبا نعيم، يقول مات الأعمش وهو ابن ثمان وثمانين سنة وولد سنة ستين. [تاريخ بغداد للخطيب البغدادی:۔ ۱۰/۵ واسناده صحيح]۔

یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے تقریباً ۳۰ سال بعد امام اعمش رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔

معلوم ہوا یہ روایت منقطع ہے۔

دوسری علت:

سلیمان بن مہران الاعمش نے عن سے روایت کیا اور موصوف مدلس ہیں۔

امام شعبۃ بن الحجاج رحمہ اللہ (المتوفی:۱۶۰ھ) نے انہیں مدلس مانا ہے:

قال الامام ابن القيسرانی رحمه الله: أخبرنا أحمد بن علی الأديب، أخبرنا الحاكم أبوعبد الله إجازة، حدثنا محمد بن صالح بن هانی، حدثنا إبراهيم بن أبی طالب، حدثنا رجاء الحافظ المروزی، حدثنا النضر بن شميل. قال: سمعت شعبة يقول: كفيتكم تدليس ثلاثة: الأعمش، وأبی إسحاق، وقتادة. [مسألة التسمية لابن القيسرانی:۔ص:۴۷ واسناده صحيح]۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی:۳۸۵ھ) نے کہا:

ولعل الأعمش دلسه عن حبيب وأظهر اسمه مرة. [علل الدارقطنی:۔ ۱۰/۹۵]۔

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی:۴۶۳ھ) نے کہا:

وقالوا لا يقبل تدليس الأعمش لأنه اذا وقف أحال علی غير ملیء يعنون علی غير ثقة. [التمهيد لابن عبد البر:۔ ۱/۳۰]۔

صلاح الدین العلائی رحمہ اللہ (المتوفی:۷۶۱ھ) نے کہا:

وسليمان الأعمش والأربعة أئمة كبار مشهورون بالتدليس. [جامع التحصيل للعلائی:۔ص:۱۰۶]۔

امام ابوزرعۃ ابن العراقی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۲۶ھ) نے کہا:

سليمان الأعمش مشهور بالتدليس أيضاً. [المدلسين لابن العراقی:۔ص:۵۵]۔

امام سبط ابن العجمی الحلبی رحمہ اللہ (المتوفی:۸۴۱ھ) نے کہا:

سليمان بن مهران الأعمش مشهور به. [التبيين لأسماء المدلسين للحلبی:۔ص:۳۱]۔

امام سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی:۹۱۱ھ) نے کہا:

سليمان الأعمش مشهور به بالتدليس. [أسماء المدلسين للسيوطی:۔ص:۵۵]۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے محدثین نے امام اعمش کو مدلس قرار دیا ہے۔

تنبیہ:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات میں انہیں دوسرے طبقہ میں رکھا ہے لیکن یاد رہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سے رجوع کرلیا ہے کیونکہ النکت میں آپ نے امام اعمش رحمہ اللہ کو تیسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے اور

تلخیص میں ان کے عنعنہ کی وجہ سے ایک روایت کو ضعیف بھی کہا ہے۔

دکتور عواد الخلف نے صحیحین کے مدلسین پر دو الگ الگ کتاب لکھی ہے ان میں دکتور موصوف نے امام اعمش کے بارے میں یہ تحقیق پیش کی ہے کہ وہ طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں، دکتور موصوف نے یہ بھی کہا ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے طبقات میں انہیں دوسرے طبقہ میں رکھا ہے تو یہ ان کا سہو ہے اور نکت میں انہوں نے درست بات لکھی ہے اور وہی معتبر ہے کیونکہ نکت کو حافظ ابن حجر نے طبقات کے بعد تصنیف کیا ہے۔

دکتور مسفر الدمینی نے بھی مدلسین پر ایک مستقل کتاب لکھ رکھی ہے انہوں نے بھی اعمش کو تیسرے طبقہ میں رکھا ہے اور طبقات میں حافظ ابن حجر کی تقسیم کو غلط قرار دیا ہے۔

تیسری علت:

حفص بن غیاث نے بھی عن سے روایت کیا ہے اور موصوف بھی مدلس ہیں۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۰ھ) نے کہا:

وَكَانَ ثِقَةً مَأْمُونًا ثَبْتًا إِلَّا أَنَّهُ كَانَ يُدَلِّسُ. [الطبقات الكبرى لابن سعد:۔ ۶/ ۳۹۰]۔

گرچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے انہیں پہلے طبقہ میں رکھا ہے لیکن جمہور ناقدین کی نظر میں مدلس کا عنعنہ غیر مقبول ہوتا ہے۔

خود حنفی حضرات ابوقلابہ کے عنعنہ کو قبول نہیں کرتے حالانکہ ابوقلابہ کو بھی ابن حجر رحمہ اللہ نے پہلے طبقہ کا مدلس بتلایا۔

یاد رہے کہ ابوقلابہ کا مدلس ہونا ثابت نہیں ہے۔

چوتھی موقوف روایت

(ابی بن کعب ﷺ پر موقوف روایت)

امام ابن ابی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۵ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ حَسَنٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ ؟ قَالَ: كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَيُوتِرُ بِثَلاَثٍ. [مصنف ابن أبي شيبة:۔ ۲/ ۱۶۳ رقم: ۷۶۸۴]۔

یہ روایت منقطع ہے عبدالعزیز نے ابی بن کعب کو نہیں پایا۔

عبدالعزیز بن رفیع کی وفات ۱۳۰ ہجری میں ہوئی ہے (تھذیب) یا ۱۳۰ ہجری کے بعد ہوئی ہے، چنانچہ:

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴ھ) نے کہا:

مات بعد الثلاثين ومائة. [الثقات لابن حبان:۔ ۵/ ۱۲۳]۔

اور موصوف نے ۹۰ سال سے زائد کی عمر پائی ہے چنانچہ:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶ھ) نے کہا:

قال مُحَمد بن حُميد، عن جَرِير: أتى عليه نيف وتسعون سَنَة. [التاريخ الكبير للبخاري:۔ ۶/ ۱۱]۔

اس حساب سے موصوف کی پیدائش ۳۰ ہجری کے بعد ہوئی ہے اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کی وفات عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی جب کہ بعض کہتے ہیں عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی اور یہی راجح ہے چنانچہ:

امام ابونعیم رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۳۰ھ) نے کہا:

اخْتُلِفَ فِي وَفَاتِهِ، فَقِيلَ: سَنَةَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِينَ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَقِيلَ: سَنَةَ ثَلَاثِينَ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَهُوَ الصَّحِيحُ لِأَنَّ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ لَقِيَهُ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ. [معرفة الصحابة لأبي نعيم:۔ ۱/ ۲۱۴]۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ) نے کہا:

صحح أبو نعيم أنه مات في خلافة عثمان بخبر ذكره عن زر بن حبيش أنه لقيه في خلافة عثمان. [تهذيب التهذيب لابن حجر:۔ ۳/ ۱۸۰]۔

معلوم ہوا کہ عبدالعزیز بن رفیع نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا دور پایا ہی نہیں۔

مشہور حنفی نیموی کہتے ہیں:

عبد العزيز بن رفيع لم يدرك أبي بن كعب. [آثار السنن: ۳۹۷]۔

لہٰذا یہ روایت منقطع ہے۔

نیز یہ روایت منقطع ہونے کے ساتھ ساتھ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول صحیح روایت کے خلاف بھی ہے کیونکہ متعدد صحیح روایات میں منقول ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے گیارہ رکعات پڑھاتے تھے، مثلاً:

امام مالک رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۷۹ھ) نے کہا:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّهُ

قَال: أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيمًا الدَّارِمِيَّ أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً قَالَ: وَقَدْ كَانَ الْقَارِءُ يَقْرَأُ بِالْمِئِينَ، حَتَّى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعِصِيِّ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ، وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ إِلَّا فِي فُرُوعِ الْفَجْرِ. [موطأ مالك :۔۱۱۵/۱واسناده صحيح على شرط الشيخين ومن طريق مالك رواه النسائي فى السنن الكبرى :۔۱۱۳/۳ رقم:۴٦۸۷و الطحاوى فى شرح معانى الآثار:۔۲۹۳/۱رقم:۱۷۴۱وابوبكر النيسابوى فى الفوائد (مخطوط) ص :۱٦رقم:۱۸ترقيم الشامله و البيهقى فى السنن الكبرى :۔۴۹٦/۲رقم:۴۳۹۲ كلهم من طريق مالك به]۔

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا، سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام سوسو آیتیں ایک رکعت میں پڑھتا تھا یہاں تک کہ ہم طویل قیام کی وجہ سے لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے اور فجر کے قریب ہی نماز سے فارغ ہوتے تھے۔

اس روایت کی استنادی حالت پر مفصل بحث کے لئے دیکھئے: آٹھ (۸) رکعات تراویح سے متعلق روایت موطا امام مالک کی تحقیق اورشبہات کا ازالہ: اہل السنہ، رمضان نمبر ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء۔!!

اسی طرح یہ روایت عہدی نبوی میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے بھی خلاف ہے جس پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رضامندی ظاہر کی تھی، چنانچہ:

امام ابویعلی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۰۷ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، عَنْ عِيسَى بْنِ جَارِيَةَ، حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: جَاءَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ كَانَ مِنِّي اللَّيْلَةَ شَيْءٌ يَعْنِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: وَمَا ذَاكَ يَا أُبَيُّ؟، قَالَ: نِسْوَةٌ فِي دَارِي، قُلْنَ: إِنَّا لَا نَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَنُصَلِّي بِصَلَاتِكَ، قَالَ: فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أَوْتَرْتُ، قَالَ: فَكَانَ شِبْهُ الرِّضَا وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا . [مسند أبى يعلى الموصلى :۳۳٦/۳وقال الهيثمي:رواه أبو يعلى والطبراني بنحوه فى الأوسط وإسناده حسن ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:۔۷۴/۲]۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ رات (یعنی رمضان کی رات) مجھ سے ایک چیز سرزد ہوئی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا وہ کیا چیز ہے؟ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے گھر میں خواتین نے مجھ سے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتیں لہٰذا ہماری خواہش ہے کہ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے انہیں آٹھ رکعات تراویح جماعت سے پڑھائی پھر وتر پڑھایا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہ کی گویا اسے منظور فرمایا۔

معلوم ہوا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیس رکعات تراویح ثابت نہیں بلکہ اس کے برعکس ان سے آٹھ رکعات تراویح کا ثبوت ملتا ہے، والحمدللہ۔

پانچویں موقوف روایت
(عبدالرحمن بن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت)

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۸۱ھ) نے کہا:

حدثنا شجاع ، ثنا هشيم ، أنبا يونس ، قال : شهدت الناس قبل وقعة ابن الأشعث وهم فى شهر رمضان ، فكان يؤمهم عبد الرحمن بن أبى بكر صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وسعيد بن أبى الحسن ، ومروان العبدى ، فكانوا يصلون بهم عشرين ركعة ، ولا يقنتون إلا فى النصف الثانى ، وكانوا يختمون القرآن مرتين وزاد المروزى :فإذا دخل العشر زادوا واحدة.[فضائل رمضان لابن ابى الدنيا:۔ص:۵۳قيام رمضان لمحمد بن نصر المروزى :۔ص:۲۱]۔

یونس بن عبید العبدی البصری کہتے ہیں کہ میں نے اشعث کے فتنہ سے قبل ماہ رمضان میں لوگوں کو دیکھا انہیں صحابی رسول عبدالرحمان بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ، سعید بن ابی الحسن اور مروان العبدی امامت کرواتے اور یہ انہیں بیس رکعات پڑھاتے تھے اور آدھے رمضان کے بعد ہی وتر پڑھتے تھے اور دو دفعہ قرآن ختم کرتے تھے۔ امام مروزی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آخری عشرہ آتا تھا تو چار رکعات مزید اضافہ کر لیتے۔

اولاً:

ہماری نظر میں یہ روایت ضعیف ہے اور اس کی سند کے ساتھ مذکورہ متن کا الحاق کسی راوی کا وہم ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ عین اسی طریق سے دیگر اوثق لوگوں نے روایت کیا تو اس میں دیگر متن کا ذکر ہے،

چنانچہ سب سے پہلے اس طریق پر غور کریں جو یوں ہے:

حدثنا شجاع، ثنا هشيم، أنبا يونس بن عبيد قال...........

اور عین اسی طریق سے اس روایت کو امام ابوداؤد جیسے ثقہ وثبت نے روایت کیا تو اس میں اسی طریق سے حسن بصری کی روایت یوں منقول ہے:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی:۲۷۵ھ) نے کہا:

حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَكَانَ يُصَلِّي لَهُمْ عِشْرِينَ لَيْلَةً، وَلَا يَقْنُتُ بِهِمْ إِلَّا فِي النِّصْفِ الْبَاقِي، فَإِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْأَوَاخِرُ تَخَلَّفَ فَصَلَّى فِي بَيْتِهِ، فَكَانُوا يَقُولُونَ أَبَقَ أُبَيٌّ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الَّذِي ذُكِرَ فِي الْقُنُوتِ لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَهَذَانِ الْحَدِيثَانِ يَدُلَّانِ عَلَى ضَعْفِ حَدِيثِ أُبَيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ فِي الْوِتْرِ . [سنن أبي داؤد:۔ ۲/۱۵۴ رقم: ۱۴۲۹]۔

ظن غالب یہی ہے کہ اس طریق کے ساتھ ابوداؤد رحمہ اللہ کی روایت ہی درست ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ عین اسی طریق سے امام ابن ابی الدنیا نے دوسرے مقام پر یوں نقل کیا:

حدثنا شجاع بن مخلد، قال: ثنا هشيم، قال منصور: أنبا الحسن، قال: كانوا يصلون عشرين ركعة، فإذا كانت العشر الأواخر زاد ترويحة شفعين . [فضائل رمضان :۔ص: ۵۶]۔

یہ روایت بھی شجاع ہی کے طریق سے ہے، صرف ھشیم کے استاذ کی جگہ یونس کے بجائے منصور کا ذکر ہے، غور کریں کہ مذکورہ طریق ہی سے یہ روایت بھی حسن بصری سے منقول ہے نیز اس روایت کے اخیر میں یہ صراحت ہے کہ:

فإذا كانت العشر الأواخر زاد ترويحة شفعين.

یہ بالکل وہی الفاظ ہیں جو زیربحث روایت میں بھی منقول ہیں جیسا کہ امام مروزی کے حوالہ سے شروع میں ہی درج کیا گیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فی الحقیقت زیربحث روایت حسن بصری والی ہی روایت ہے جس میں کسی راوی کے وہم سے دوسری غیر معلوم السند روایت بھی ضم ہوگئی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مذکورہ سند گرچہ بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہے مگر اس میں مخفی علت یہ ہے کہ اس کے متن میں راوی کے وہم کی وجہ سے دوسری روایت ضم ہوگئی ہے جس کی اصل سند نامعلوم ہے، اور اس روایت کے ساتھ جو سند ہے وہ حسن بصری کی روایت والی سند ہے جو کی منقطع ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

☆ **شجاع بن مخلد کی متابعت کا جائزہ:**

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ سریج بن یونس نے شجاع بن مخلد کی متابعت کی ہے جیسا کہ ابن عسا کر نے کہا:

امام ابن عسا کر رحمہ اللہ (المتوفی:۵۷۱ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو غالب بن البنا أنا أبو محمد الجوهري أنا أبو عبد الله الحسين بن عمر بن عمران بن حبيش الضراب نا حامد بن محمد بن شعيب البلخي نا سريج بن يونس نا هشيم أنا يونس بن عبيد قال شهدت وقعة ابن الأشعث وهم يصلون في شهر رمضان وكان عبد الرحمن بن أبي بكرة صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وسعيد بن أبي الحسن وعمران العبدى فكانوا يصلون بهم عشرين ركعة ولا يقنتون إلا في النصف الثاني وكانوا يختمون القرآن مرتين . [تاريخ مدينة دمشق:۔ ۱۳/۳۶ ،رجاله ثقات]۔

عرض ہے کہ یہ متابعت بجائے خود مختلف المتن ہے اس لئے کہ یہ جس طریق سے منقول ہے عین اسی طریق سے اسی روایت کو امام ابن الجوزی نے نقل کیا تو یہ متن نہ بیان کر کے حسن بصری کی روایت والا متن بیان کیا چنانچہ التحقیق لابن الجوزی میں عین اسی طریق کے ساتھ یہ روایت یوں ہے:

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی:۵۹۷ھ) نے کہا:

أخبرنا به أبو المعمر أنبأنا محمد بن مرزوق أنبأنا أبو بكر أحمد بن على أنبأنا أبو محمد الجوهري: ح و أنبأنا محمد بن عبد الملك عن الجوهري: أنبأنا الحسين بن عمر الضراب حدثنا حامد بن محمد بن شعيب حدثنا سريج بن يونس حدثنا هشيم أنبأنا يونس عن الحسن أن عمر بن الخطاب جمع الناس على أبي بن كعب فكان

يصلي بهم عشرين ليلة من الشهر ولا يقنت بهم إلا في النصف الثاني فإذا كان العشر الأواخر تخلف فصلي في بيته . [التحقيق في أحاديث الخلاف لابن الجوزي:۔ ۱/۵۹٤ رجاله ثقات]۔

معلوم ہوا کہ اس طریق کے متن میں بھی وہی اختلاف ہے جو شجاع بن مخلد کے طریق میں ہے یعنی اس طریق سے بھی دونوں روایت نقل کی گئی ہیں، ایسی صورت میں مشکل یہ ہے کہ اس متابعت کو شجاع کے بیان کردہ کس متن کا متابع قرار دیں گے؟

ہم تو کہتے ہیں کہ اس متابعت کا بھی مختلف المتن ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ زیر بحث روایت کا متن صحیح طور سے ضبط نہیں کیا جاسکا ہے اور اس میں کسی دوسری روایت کے متن کی بھی آمیزش ہوگئی ہے۔

یادرہے کہ یہ طریق صرف انہیں روایات میں معروف ہے اور اس سے دیگر روایات منقول نہیں ہوئی ہیں لہٰذا تعدد متن اور تعدد روایت کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ لازمی بات یہی ہے کہ اس طریق سے نقل ہونا متن ایک ہی ہے، اور ہماری نظر میں راجح بات یہ ہے کہ یہ متن حسن بصری والی روایت ہی کی متن ہے اور وجہ ترجیح وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے۔

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ شجاع بن مخلد کے طریق سے اصل روایت وہی ہے جو ابوداؤد میں ہے یعنی حسن بصری کی روایت ہے اور یہ روایت ضعیف ہے نیز اس میں **عشرین رکعة** کے بجائے **عشرین ليلة** ہے۔

ثانیاً:

یادرہے کہ اگر اس روایت کو ثابت بھی مان لیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عبدالرحمان بن ابی بکر بیس رکعات سنت سمجھ کر پڑھ رہے تھے کیونکہ روایت میں ایسی کوئی صراحت نہیں ہے بلکہ امام مروزی کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ سنت نہیں بلکہ مطلق نفل ہی کی نیت سے بیس رکعات پڑھتے تھے چنانچہ:

امام مروزی رحمہ اللہ (المتوفی:۲۹۴ھ) نے کہا:

يُونُسُ رَحِمَهُ اللَّهُ: أَدْرَكْتُ مَسْجِدَ الْجَامِعِ قَبْلَ فِتْنَةِ ابْنِ الْأَشْعَثِ يُصَلِّي بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَسَعِيدُ بْنُ أَبِي الْحَسَنِ ،وَعِمْرَانُ الْعَبْدِيُّ كَانُوا يُصَلُّونَ خَمْسَ تَرَاوِيحَ ,فَإِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ زَادُوا وَاحِدَةً ،وَيَقْنُتُونَ فِي النِّصْفِ الْآخِرِ ،وَيَخْتِمُونَ الْقُرْآنَ مَرَّتَيْنِ [قيام رمضان لمحمد بن نصر المروزي :۔ص:۲۲۲]۔

اس روایت میں ہے کہ **فَإِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ زَادُوا وَاحِدَةً** ہے یعنی آخری عشرہ میں ایک تراویح کا اور اضافہ کر لیتے تھے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگ نفل سمجھ کر ہی پڑھتے تھے لہٰذا اگر اس روایت کو ثابت بھی مان لیا جائے تو اس سے بلاتعین آٹھ رکعات سے زائد تراویح پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

قسم ثالث: مقطوع روایات

بعض لوگ بیس رکعات تراویح کی مسنونیت میں بعض تابعین اور بعض اہل علم کے آثار پیش کرتے ہیں۔

عرض ہے کہ تابعین اور بعد کے اہل علم کے آثار بالاتفاق حجت نہیں ہے، لہٰذا ان کی استنادی حالت پر بحث کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ بیس رکعات تراویح پڑھنا نہ تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحابی سے، اس کے برعکس اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے آٹھ رکعات تراویح ہی ثابت ہے۔

بیس رکعات سے متعلق جس قدر بھی مرفوع یا موقوف روایات ملتی ہیں سب کی حقیقت اس مضمون میں واضح کردی گئی ہے، ہمارے ناقص مطالعہ کی حد تک بیس رکعات سے متعلق ان روایات کے علاوہ کوئی اور روایت موجود نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

نوٹ:۔

محترم ابوالحسن علوی حفظہ اللہ کے مضمون ''کیا صحیحین کی صحت پر اجماع ہے؟'' کی چوتھی اور آخری قسط ان شاء اللہ اگلے شمارہ میں شائع ہوگی۔

الكامل
في ضعفاء الرجال

تأليف
الإمام الحافظ أبي أحمد عبد الله بن عديّ الجرجاني
المتوفى سنة ٣٦٥هـ

تحقيق وتعليق
الشيخ عادل أحمد عبد الموجود — الشيخ علي محمّد معوّض

شارك في تحقيقه
الأستاذ الدكتور عبد الفتّاح أبو سنّة
جامعة الأزهر

منشورات
محمد علي بيضون
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

حدثنا عبدالله بن محمد بن عبدالعزيز، حدثنا منصور بن أبي مزاحم، حدثنا أبو شيبة، عن سلمة ابن كهيل، عن منصور بن سعد، عن سعد بن مالك قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: «عَلَى كُلِّ الخلال يُطْبَعُ المُؤمنُ إلا على الكَذِبِ والخِيَانة»[١].

قال الشيخ: وهذ الحديث لا أعرفه إلا من هذا الطريق، ورواه أيضًا علي بن هاشم، عن الأعمش، عن أبي إسحاق، عن مصعب بن سعد، عن أبيه، عن النبي ﷺ نحوه.

حدثنا مغيرة بن الخضر بن زيادة بن المغيرة بن زياد بن مخارق[٢] بن عبدالله البجلي الموصلي، حدثنا جعفر بن محمد بن جعفر المدائني، حدثنا أبي، عن إبراهيم بن عثمان، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: «إن من الشِّعْرِ حكمًا، وأصْدَقَ بيت تكلَّمت به العربُ قوله: ألا كُلُّ شيء مَا خَلا الله بَاطِلٌ»[٣].

قال الشيخ: وهذا الحديث عن هشام بن عروة قد أوصله قوم، وأرسله آخرون قوله: «إنَّ من الشِّعرِ حكمًا».

وأما قوله: «وأَصْدَقُ بيْتٍ تكلّمت به العَرَبُ»، زادنا فيه أبو شيبة هذا عن هشام بن عروة، وقد تابعوا أبا شيبة في قوله: «ألا كلُّ شيء ما خَلا اللهَ باطلٌ».

ولأبي شيبة أحاديث غير صالحة غير ما ذكرت عن الحكم وعن غيره، وهو ضعيف على ما بينته، وهو وإن كان نسب إلى الضعف، فإنه خير من إبراهيم بن أبي حية الذي تقدم ذكره.

٧٢/ ٧٢ إِبْراهِيمُ بْنُ الحَكَمِ بْنِ أَبَانَ، الصَّنْعَانِيُّ[٤]

حدثنا علي بن أحمد بن سليمان، حدثنا أحمد بن سعد بن أبي مريم قال: سمعت يحيى بن معين يقول: إبراهيم بن الحكم بن أبان ضعيف ليس بشيء.

١- ذكره الزبيدي في الإتحاف: ٧/ ٥١٨.

٢- في آ: مخراق.

٣- أخرجه ابن عساكر كما في التهذيب: ٢/ ٤٤٤، ٥/ ٣٢٠، ٦/ ٣٦٥، وعزاه له المتقي الهندي في الكنز: ٨٠٠٨.

٤- ينظر: تهذيب الكمال: ١/ ٥٢، تهذيب التهذيب: ١/ ١١٥، تقريب التهذيب: ١/ ٣٤، خلاصة تهذيب الكمال: ١/ ٤٣، الذيل على الكاشف: ١٩، تاريخ البخاري الكبير: ١/ ٢٨٤، الجرح والتعديل: ٢/ ٩٤.

تهذيب الكمال في أسماء الرجال

للحافظ المتقن جمال الدين أبي الحجاج يوسف المزي

٦٥٤ - ٧٤٢ هـ

المجلد الثاني

حققه، وضبط نصه، وعلق عليه

الدكتور بشار عواد معروف

ساعدت جامعة بغداد على نشره

مؤسسة الرسالة

ابن مَعِين قال : حدثنا نوح بن دَرّاج ، قال : حدثني إبراهيم بن عُثمان ابن خُواستي وهو أبو شَيْبَة جدّ بني[1] أبي شَيْبَة .

وقالَ العَبّاس : سمعتُ يحيىٰ يقول[2] : قال يزيد بن هارون : ما قضىٰ على الناس رجل ـ يعني في زمانه ـ أعدل في قضاءٍ منه ، وكان يزيد بن هارون علىٰ كتابته أيام كانَ قاضياً .

وقال أبو أحمد بن عَدِي[3] : له أحاديث صالحة[4] وهو ضَعِيف علىٰ ما بيَّنتُه ، وهو وإن نَسَبُوه إلى الضَّعْف خيرٌ من إبراهيم بن أبي حَيَّة .

قالَ الهَيْثَم بن عَدِيّ[5] : توفي في خلافة هارون .

وقال قَعْنَب بن المُحَرِّر[6] : ماتَ سنة تسع وستين ومئة[7] .

روىٰ له التِّرمِذيُّ وابنُ ماجة .

۲۱۳ ـ دق : إبراهيم بن عَطاء بن أبي مَيْمونَة البَصْرِيُّ مولىٰ

(۱) تحرفت « جد بني » في المطبوع من تاريخ الخطيب الى « حدثني » !

(۲) تاريخ يحيىٰ برواية عباس ۱۲/۲، وتاريخ الخطيب ۱۱۲/٦.

(۳) الكامل : ۲ / الورقة : ٤٨ .

(٤) الذي في نسختي المصورة من الكامل لابن عدي : « غير صالحة » وهو الأصوب فيما أرى لقول ابن عدي قبل هذا بعد أن أورد لإبراهيم جملة من الأحاديث غير الصالحة : « ولأبي شيبة أحاديث غير صالحة غير ما ذكرت عن الحكم وعن غيره ، وهو ضعيف على ما بيّنتُه » . والظاهر لنا من المقارنات الكثيرة أن المزي اعتمد رواية أخرى من الكامل لابن عدي غير التي عندي ، لكثرة ما أجد من الاختلاف بين الذي في « الكامل » وبين الذي ينقله المزي عنه ، وهذا ليس من عادته فهو دقيق في النقل في الأغلب الأعم .

(٥) تاريخ بغداد للخطيب : ٦ / ١١٤ .

(٦) نفسه.

(۷) وذكره ابن سعد في الطبقة السادسة من أهل الكوفة وقال : هو ضعيف الحديث (الطبقات : ٦ / ٣٨٤) ، وتناوله ابن حبان في (المجروحين : ١ / ١٠٤) . وضعفه ابن الجارود ، والدارقطني ، وأبو علي الطوسي ، وأبو حفص ابن شاهين ، وعبد الله بن المبارك ، وأبو الفتح الأزدي ، وأبو زرعة الرازي (إكمال مغلطاي : ١ / الورقة : ٦٠) .

۱٥۱

عُمدَةُ القَارِي

شَرح

صَحِيحِ البُخَارِي

تأليف

الإمام العلامة بدر الدين أبي محمد محمود بن أحمد العيني

المتوفى سنة ٨٥٥ هـ

ضبطه وصححه

عبد الله محمود محمد عمر

طبعة جديدة مرقمة الكتب والأبواب والأحاديث
حسب ترقيم المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي الشريف

الجزء الحادي عشر

يحتوي على الكتب التالية:
تتمة الصوم - التراويح - فضل ليلة القدر - الاعتكاف - البيوع
من الحديث (١٩٢٥) إلى الحديث (٢١٩٢) ـ

ملزم، إذ لا يظهر مناسبة بين كونهم يفعلون ذلك ويفرض عليهم إذ ذلك، وقال بعضهم: فيه نظر، لأنه يحتمل أن يكون السبب في ذلك ظهور اقتدارهم على ذلك من غير تكلف، فيفرض عليهم. انتهى. قلت: في نظره نظر، لأن السبب في ذلك ليس ما ذكره، لأن ما ذكره أمر لا يوقف عليه في نفس الأمر، وإنما السبب في ذلك هو أنه ﷺ خشي أن يفرض عليهم لما جرت به عادتهم: أن ما داوم عليه من القرب فرض على أمته، وأيضاً: خاف أن يظن أحد من أمته بعده إذا داوم عليها أنها واجبة، فتركها شفقة على أمته. **قوله: «ما كان يزيد في رمضان...»**إلى آخره. **فإن قلت**: روى ابن أبي شيبة من حديث ابن عباس: «كان رسول الله، ﷺ، يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر؟ قلت: هذا الحديث رواه أيضاً أبو القاسم البغوي في (معجم الصحابة)، قال: حدثنا منصور بن أبي مزاحم حدثنا أبو شيبة عن

الحكم عن مقسم عن أبي عباس الحديث، وأبو شيبة هو إبراهيم بن عثمان العبسي الكوفي قاضي واسط، جد أبي بكر بن أبي شيبة، كذبه شعبة، وضعفه أحمد وابن معين والبخاري والنسائي وغيرهم، وأورد له ابن عدي هذا الحديث في (الكامل) في مناكيره.

کرلا میں اسلامک انفارمیشن سینٹر کی ہیڈ آفس کا افتتاح

سرفراز فیضی

''موجودہ دور میں دعوت دین: امکانات، مسائل اور حل'' کے موضوع پر افتتاحی اجلاس کے ساتھ 16جون2013 کو کرلا میں اسلامک انفارمیشن سینٹر کی ہیڈ آفس کا افتتاح کردیا گیا۔ کرلا کی یہ آفس، مسجد اور دعوتی سینٹر پر مشتمل ہے۔ اسلامک انفارمیشن سینٹر کی ساری سرگرمیوں کا مرکز اب کرلا سینٹر ہی ہوگا۔ اندھیری سینٹر کی بھی ساری دعوتی سرگرمیاں جاری رہیں گی۔ البتہ اندھیری سینٹر کی حیثیت اب اسلامک انفارمیشن سینٹر کی شاخ کی ہوگی۔

اب تک آئی آئی سی کی ہیڈ آفس اندھیری میں واقع تھی۔ ہمارے وسیع اور متنوع دعوتی منصوبوں کے لیے وہ جگہ ناکافی تھی۔ ہم اللہ رب العزت کا اوراس کے بعد امت کے ان تمام اہل خیر کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے کرلا سینٹر کے لیے زمین خریدنے اور سینٹر کی تعمیر میں ہمارا تعاون کیا۔ کرلا سینٹر کی تعمیر میں صرف 25 فیصد زکاۃ فنڈ کا استعمال کیا گیا ہے۔ ان علماء کے قول پر اعتبار کرتے ہوئے جو مدارس اور دعوتی اداروں میں زکوٰۃ کے استعمال کی اجازت دیتے ہیں۔ باقی 75 فیصد لاگت زکوٰۃ کے علاوہ دیگر عطیات سے پوری کی گئی ہے۔

کرلا سینٹر کی جگہ علم فاونڈیشن کے نام سے خریدی گئی ہے۔ علم فاونڈیشن ہمارے ٹرسٹ کا نام ہے جس کے تحت اسلامک انفارمیشن سینٹر قائم کیا گیا ہے۔ علم فاونڈیشن کے 7 ٹرسٹیان ہیں جن کا تعلق ممبئی کے مختلف علاقوں اور مختلف پیشوں سے ہے جو دینی غیرت اور دعوتی جذبہ کے رشتہ کے ناطے اس دعوتی تحریک سے وابستہ ہیں۔

اسلامک انفارمیشن سینٹر اپنی ابتداء سے ہی بدعات وخرافات سے پاک خالص دین کی اشاعت کے لیے کوشاں ہے۔ قرآن وسنت ہماری دعوت کی اساس اور منہج سلف سے وابستگی ہمارا مسلک ہے۔ وہ تمام افراد اور تنظیمیں جو قرآن وسنت کی بالادستی، توحید کے غلغلہ، شرک وبدعات کے قلع قمع اور مسلک اہل حدیث کے فروغ کے لیے کام کررہی ہیں، ہم ان کے ہر ممکن تعاون کے لیے تیار ہیں اور ان سے ہر ممکن تعاون کی درخواست کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ممبئی اور مضافات میں ہورہے دعوتی کام کی تنظیم کی جائے۔ وہ افراد جو انفرادی طور پر دعوت کا کام کررہے ان کی تربیت ہو، ان کو علمی سپورٹ اور دعوتی مواد فراہم کیا جائے۔

ہم چاہتے ہیں کہ دعوت دین کو ابلاغ اور ترسیل کے جدید وسائل سے آراستہ کیا جائے۔ تاکہ ہماری دعوت ان وسائل کے ذریعہ دنیا کے ایک ایک کونے تک پہنچ سکے۔

امت کا دعوتی محاذ بہت وسیع ہے۔ تعلیمی، معاشی، فلاحی، سماجی،، سیاسی، اخلاقی اعتقادی، فروعی سارے دعوت کے میدان ہیں۔ کوئی ایک تنظیم یا بعض افراد اکیلے ان سارے دعوتی میدانوں کا حق ادا نہیں کرسکتے۔ اس لیے وہ تمام افراد اور وہ ساری تنظیمیں جو دعوت کے مختلف میدانوں میں سرگرم ہیں سب کی سب حوصلہ افزائی کی مستحق ہیں۔ اوران ساری تنظیموں کے درمیان جب تک تعامل کا راستہ ہموار نہیں ہوگا دعوت کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔

ہم اللہ کے دین کو سارے ادیان پر اور رسول کی اطاعت کو ساری اطاعتوں پر غالب کرنے کے لیے کام کررہے ہیں۔ ہم اس بات کا آپ کو پورا یقین دلاتے ہیں کہ اپنے علم اور استطاعت کی آخری حدوں تک ہم اس مشن کو خالص قرآن وسنت کی بنیادوں ہی پر آگے بڑھائیں گے۔ کون سی زمین ہمیں پناہ دے گی اور کون سا آسمان ہم پر سایہ کرے گا اگر اس مشن کا آگے بڑھانے میں ہم اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت شروع کردیں۔

فی الحال ممبئی ہماری دعوتی ترجیح ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر پورے ہندستان، اوراس سے بھی آگے بڑھ کر پوری دنیا میں اپنا دعوتی نیٹ ورک پھیلادینے کا ہمارا ارادہ ہے۔ اس مرحلہ میں یہ بات شاید بڑی لگے لیکن اللہ کے فضل سے کچھ بھی بعید نہیں۔ اور ہم اس کی رحمت سے بالکل بھی مایوس نہیں۔ ویسے بھی ہر بڑے سفر کی شروعات ایک چھوٹے قدم سے ہوتی ہے۔ اور ہم تو پھر بھی اس سفر کی بہت سے پڑاو پار کرچکے ہیں۔ اللہ کا فضل، ہمارے عزائم اور آپ کا تعاون ساتھ ہوجائیں تو ہمارے یہ خواب اپنی تعبیروں تک پہنچ سکتے ہے۔

اللہ ہمارے عزائم اور آپ کے تعاون کو اخلاص اور نصرت سے نوازے۔

2200 اسکوائرفٹ پر مشتمل کرلا سینٹر میں واقع شعبہ جات کی تفصیل:

1: مسجد (تقریبا 150 مرد مصلیان اور 70 خواتین کی گنجائش)
2: دعوۃ ڈیسک (ریسپشن)
3: سیلس (کتب اور سی ڈیز)
4: صباح (آئی آئی سی کا خواتین کا شعبہ)
5: آفس صدر اسلامک انفارمیشن سینٹر
6: آفس ایڈیٹر مجلّہ ''**اهل السنه**'' ممبئی
7: آفس منیجر اسلامک انفارمیشن سینٹر
8: آفس شیخ الجامعہ DSS (ڈپلومہ ان شریعہ اسٹڈیز، آئی آئی سی کا دوسالہ دینی ڈپلومہ کورس)
9: ریسرچ ڈیپارٹمنٹ
10: گرافک ڈیزائنگ روم
11: نصیحہ ٹی وی ایڈیٹنگ ڈیپارٹمنٹ
12: موشن گرافک ڈیزائنگ ڈیپارٹمنٹ
13: اکاونٹنٹ آفس
14: پینٹری کیبن

IC کی دعوتی سرگرمیاں

RNI NO.: MAHURD/2011/49433 / Postal Registration No.MH/MR/EAST/245/2013-15

Surah No.57
Ayat No.11

مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَه لَه وَلَهٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ

کون ہے جواللہ کوقرض دے،اچھاقرض،تاکہ اللہ اس (دیئے ہوئے کےثواب) کواس شخص کے لئے بڑھاتا چلا جائے اوراس کے لئے باعزت اجر ہے۔
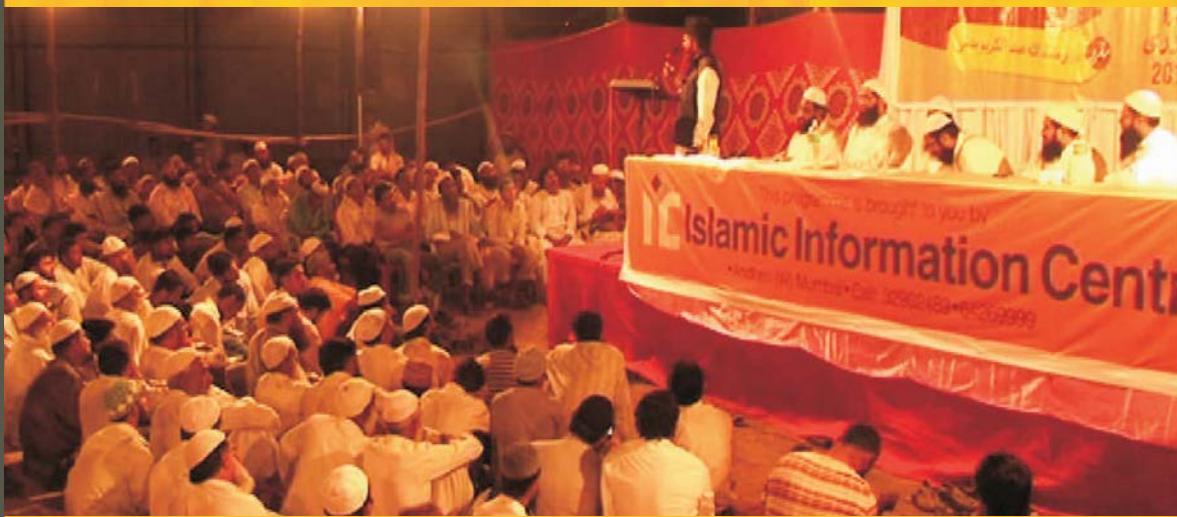
آئی،آئی،سی ممبئی کاواحد سلفی دعوتی مرکز ہے جوپچھلے کئی سالوں سے دعوتی میدان میں خالص قرآن سنت کی نشرواشاعت کے لیے کام کررہا ہے۔

آئی،آئی،سی کی ممبئی میں مختلف مقامات پرتین شاخیں ہیں کرلا،اندھیری،جوگیشوری جن میں سات جید علماء کی ٹیم موجود ہےاور پندرہ انتظامیہ اسٹاف ہیں۔

آئی،آئی،سی کی جانب سے ممبئی کے مختلف مقامات پردینی دروس کاانعقاد کیا جاتا ہے۔

آئی،آئی،سی کی تمام شاخوں پرہرہفتے کئی دروس منعقد کئے جاتے ہیں جس میں خواتین کے لئے خصوصی پردہ کاانتظام ہوتا ہے۔

آئی،آئی،سی کے دعوہ ڈیسک (ریسپشن) پرقابل علماءسینٹر کے زائرین کی دینی رہنمائی کرتے ہیں۔

آئی،آئی،سی ہلپ لائن 64269999 پرصبح 11 گیارہ بجے سے شام 8 بجے تک علمائے کرام لوگوں کے سوالوں کاجواب دیتے ہیں۔

آئی،آئی،سی بہنوں کاشعبہ مصباح جس میں بہنوں کیلیئے قرآنک عربک اوراقراءتجوید کورس سال بھرجاری رہتا ہے۔

آئی،آئی،سی کی یہ تمام سرگرمیاں امت کے اہل خیر کےتعاون سے ہی جاری ہیں۔آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اپنے عطیات وصدقات آئی،آئی،سی کودے کراس دعوتی مشن میں ہمارے شریک کاربنیں۔

تعاون کے لیے مندرجہ ذیل چارمیں سے کوئی ایک طریقہ اختیار کرسکتے ہیں۔

Option -1: Visit	Option -2: SMS	Option -3: Call	Option -4: Online Transfer
IIC ke Andheri, Jogeshwari ya Kurla ki office mein aa kar apne cash ya cheque ko de	SMS kijiye aapka naam aur Mobile number 9867216923 is number par.	Call kijiye 022-32902489 022-26705161 022-64269999	ICICI Bank A/c No.001101212311 Branch: S.V. Road, Andheri (W), IFSC CODE: ICIC0000011 MICR CODE: 400229003

If Undelivered Please Return To

Ahl us Sunnah

To,

Book Post

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070.
Ph. 32198847 / 26 500 400 / 64269999